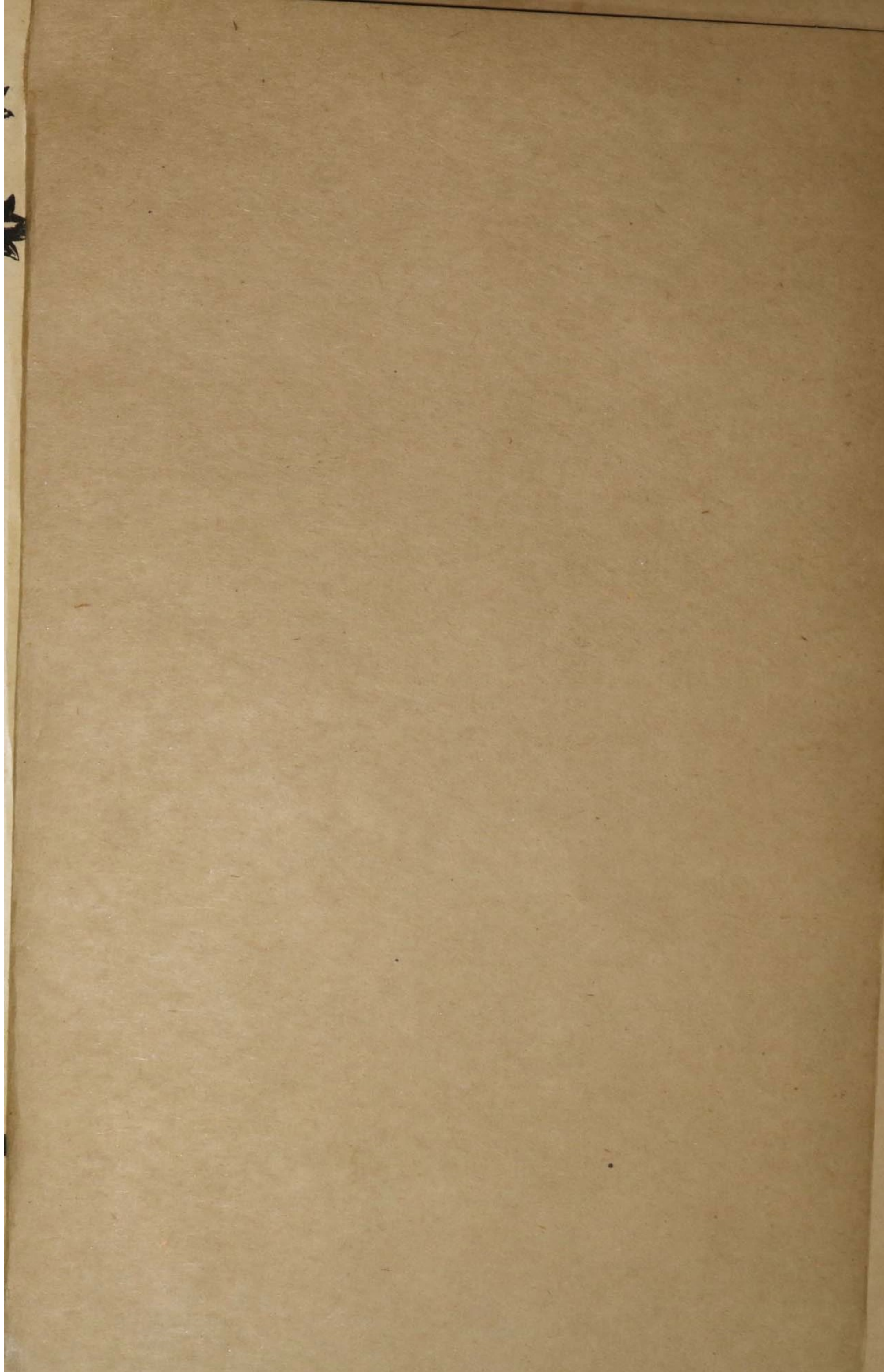
حقيقة الروح



قُل الرّوح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا

امام غزالیؒ کے مشہور رسالہ

المضنون بہ علی اہلہ

کا بامحاورہ ترجمہ

المسمّٰی بہ

حقیقۃ الروح

مترجمہ

جناب مولوی ابو المجد محمد عبد الماجد صاحب بھاگلپوری

باہتمام خاکسار سعید احمد

در مطبع احمدی علی گڑھ طبع شد

۱۰۰۰ جلد قیمت فی جلد ۴ر

فہرست کتب موجودہ مطبع احمدی علیگڈہ

دیوان غالب۔ عمدہ کاغذ پر خوشخط چھپا ہوا نہایت صحیح یعنی اُس دیوان کے مطابق جسکا پروف خود مرزا غالب کی نظر سے گزرا تھا۔ **مع شرح دیوان غالب** (قابل دید) یہ مضامین دلچسپ و نازک بزبان صحیح و فصیح و لعبارت مکمل و مختصر و سلیس از سید فضل الحسن حسرت موہانی بی۔اے۔ عہ/

المدنیۃ والاسلام۔ یہ کتاب ایک زبردست مصری فاضل محمد فرید وجدی کی جدید تصنیف ہے اسکا اردو ترجمہ مولوی رشید احمد صاحب انصاری نے نواب محسن الملک بہادر کے ارشاد کے موافق کیا ہے مغربی تعلیم اور مغربی علوم و فنون کی بدولت جو شکوک اور شبہات مذہب کیطرف سے پیدا ہو رہے ہیں اور الحاد اور دہریت کا سیلاب جو مغرب کی طرف سے بڑہتا چلا آرہا ہے اُسکے استیصال کے لئے درحقیقت اس پایہ کی کتاب آجتک کوئی نہیں لکھی گئی اسکے تمام مباحث نہایت عالمانہ اور فلسفیانہ انداز پر لکھے گئے ہیں اور جدید شائستگی کے اہم اصول کو اسلامی اصول کے ساتھ تطبیق دی گئی ہے تعلیم یافتہ گروہ کے لئے یہ کتاب آبحیات سے کم نہیں عہ

اخلاق محمدی۔ اس کتاب میں طرز معاشرت، آداب مجالس، اخلاق، کسب معاش، ممانعت سوال، ہمت و استقلال، ہمدردی، رفاہ عام، حقوق باہمی، تعظیم اکابر، شفقت اصاغر وغیرہ تمام صفت حسنہ کے متعلق آیات و احادیث جمع کرکے مع ترجمہ و اصل کے طبع کی ہے جنکے دیکھنے سے متقدمین اسلام کے اخلاق و معاشرت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ قیمت ہر چہار حصہ عہ

عقد النساء المسلمین۔ یہ کتاب فاطمہ خانم ایک ترکی خاتون کی تصنیف ہے اسمیں پردہ کثرت ازدواج، طریق نکاح، حقوق زناں پر مکالمے کے طور پر دلچسپ طریقے سے محققانہ بحث کی ہے ۱۲؍

حقیقۃ الروح۔ ترجمہ رسالہ مضنون بہ علی اہلہ مصنفہ امام غزالی کا بامحاورہ اردو ترجمہ قیمت ۲؍

قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا

امام غزالی کے مشہور رسالہ

المضنون بہ علی اہلہ

کا بامحاورہ ترجمہ

(المسمّٰی بہ)

حقیقۃ الروح

ترجمہ

جناب مولوی ابوالمجد محمد عبدالماجد صاحب بھاگلپوری

باہتمام خاکسار سعید احمد

در مطبع احمدی علی گڑھ طبع شد

بسم الله الرحمن الرحيم

سئل لشيخ الامام الاجل لزاهد لسيد حجة الاسلام زين الدين
مقتدی الامة قدوة الفريقين ابو حامد محمد بن محمد بن محمد
الغزالي قدس الله روحه و نور ضريحه عن معنى قوله تعالى
فاذا سويته ونفخت فيه من روحي ما التسوية وما النفخ وما الروح
فقال التسوية فعل فى المحل لقابل للروح وهو الطين فى حق
آدم عليه السلام والنطفة فى حق اولاده بالتصفية وتعديل
المزاج فانه كما لا يقبل النار يابس محض كالتراب والحجر ولا رطب

سوال آیۂ شریفۂ فاذا سویته ونفخت فیه من روحی مین تسویہ۔ نفخ اور روح کے کیا معنے
ہین اور اسکی حقیقت کیونکر ہے۔ جواب۔ جو محل قابلیت روح کی رکھتا ہے اسمین غایت
درجے کی صفائی اور تعدیل مزاج جس فعل سے پیدا ہوا اسکو تسویہ کہتے ہین محل روح آدم
علیہ السلام مین تو طین (کیچڑ) ہے جس سے انکا قالب تیار ہوا اور انکی اولاد مین نطفہ (منی) ہے
اسکو یون سمجھنا چاہیے کہ دنیا مین یابس محض جیسے مٹی اور پتھر اور رطب

محض کالماء بل لاتتعلق النار الا بمرکب ای من یابس و رطب و
لا کل مرکب فان الطین مرکب ولاتشتعل فیہ النار بل لابد بعد
ترکیب الطین الکثیف من تردد فی اطوار الخلقۃ حتی تصیر نباتا
لطیفا فتثبت فیہ النار وتشتعل فیہ
وکذلک الطین بعد ان ینشئہ اللہ خلقا بعد خلق فی اطوار
متعاقبۃ تصیر نباتا فیاکلہ الادمی فیصیر دما فتنزع القوۃ المرکبۃ
فی کل حیوان صفوۃ الدم الذی ھو اقرب الی الاعتدال فیصیر
نطفۃ فیقبلھا الرحم ویمتزج بھا منی المرءۃ فتزداد عند ذلک
محض جیسے پانی۔ آگ کو ہرگز نہین قبول کرسکتی بلکہ آگ کی قبولیت کے لیے ایک ایسے مرکب کی
ضرورت ہی۔ جو یابس اور رطب ہو اور پھر ہر ایسا مرکب بھی صلاحیت قبولیت آگ کی نہین رکھتا
مثلاً طین (کیچڑ) ہی کو دیکھیے کہ اسمین آگ کے مشتعل ہونیکی صلاحیت نہین تا وقتیکہ یہ کیچڑ
بتدریج اپنی خلقت مین ترقی کرتا ہوا اچھا خاصا نبات نہ ہوجائے ہان اسوقت البتہ
اسمین آگ رہ سکتی اور مشتعل ہوسکتی ہی۔
اور علی ہذا وہی طین (کیچڑ) جب اسکی خلقت بقدرت آلہی بتدریج اطوار مختلفہ مین
ترقی پاکر نبات ہو جاتا ہے اور او سکو انسان کھاتا ہے تو وہ خون بھی بنجاتا
ہے اور وہی خون جو باعتبار خلطون کے اقرب الی الاعتدال ہی جب قوت مرکبہ
جو ہر ایک حیوان مین ہے اوسکے جوہر کو کھینچ لیتی ہے تو نطفہ (منی) ہوجاتا ہی
اور اس قابل ہو جاتا ہے کہ اب رحم (عورت کے بچہ دان کو کہتے ہیں)
اسکو قبول کرلے اور جب اوسمین عورت کا بھی مادہ ملا اُسکا اعتدال اور بھی بڑھ گیا

اعتدالا ثم ينضجها الرحم بحرارته فتزداد تناسبا حتى تنتهى فى الصفاء و استواء نسبة الاجزاء الى الغاية فتستعد لقبول الروح و امساكها كالفتيلة التى تستعد عند شرب الدهن لقبول النار و امساكها فالنطفة عند تمام الاستواء والصفاء تستحق باستعدادها روحا يدبرها و يتصرف فيها فتفيض اليها الروح من جود الجواد الحق الواهب لكل مستحق ما يستحقه ولكل مستعد ما يقبله على قدر قبوله

عورت کے رحم نے اپنی حرارت مزاجی سے اوسکو خوب مناسب پکایا اور نضج کامل دیا پھر تو اوس کا اعتدال یہانتک بڑھا اور اوسکے تمام اجزا کی مناسبت اور اوسکی صفائی یہانتک ترقی کر گئی کہ روح کو اپنے اندر روک رکھنے اور قبول کرنے کی صلاحیت پوری آگئی بعینہ جیسے فتیلہ کہ جب خوب تیل مین بھیگتا اور اوسکو جذب کر لیتا ہے آگ کے قبول کر لینے اور اوسکو اپنے اندر روک رکھنے کی صلاحیت پیدا کر لیتا ہے

پس خلاصہ یہ ہے کہ نطفہ مین جب غایت درجہ کی صفائی اور اسکے اجزا مین پوری مناسبت اور پورا اعتدال آجاتا ہے تو وہ خود بخود اپنی استعداد کاملہ سے مستحق ایسی روح کا ہو جاتا ہے اور ایسی روح کو چاہنے لگتا ہے کہ جو اوس مین تصرف اور تدبیر کریگی پھر کیا ہے اوس جواد برحق اور وھاب کی طرف سے جو ہر ایک مستحق کو اوس کے استحقاق کے موافق چیزین عطا کرتا ہے اور ہر ایک مستعد اور قابل کو بقدر اوس کی استعداد اور قابلیت اور قبول و

احتماله من غیر منع ولا بخل فالتسویة عبارة عن هذه الافعال المرددة لاصل النطفة فی الاطوار السالکة بها الی صفة الاستواء والاعتدال -

فصل سئل ما النفخ فقال النفخ عبارة عن ما اشعل نور الروح فی فتیلة النطفة وللنفخ صورة ونتیجة اما صورته فاخراج الهوا من جوف النافخ الی جوف المنفوخ فیه حتی یشتعل الحطب القابل للنار فالنفخ سبب الاشتعال وصورة النفخ الذی هو سبب فی حق الله تعالی محال والمسبب غیر محال وقد یکنی بالسبب عن الفعل

برداشت کے بغیر روک اور بخل کے چیزیں مرحمت فرماتا ہے فیضان روح ہو جاتا ہی اب بات صاف ہوگئی کہ تسویہ عبارت ان افعال سے ہی کہ جو بتدریج اور متعاقب اصل نطفہ پر عارض ہوتی رہتی ہین یہانتک کہ اسکو صفت اعتدال اور استواء کے اوس اعلی درجہ تک پونہچادین کہ صلاحیت تمام قبولیت روح کی ہو جائے -

سوال نفخ روح کی حقیقت کیا ہے اور نفخ کسکو کہتے ہین -

جواب فتیلہ نطفہ مین نور روح جس سبب سے مشتعل ہو جائے نفخ سے یہان یہی مراد ہی اسلیے کہ نفخ یعنی پھونکنے کے لیے ایک صورت خاص ہی اور ایک اسکا نتیجہ ہی صورت اسکی تو یہی ہی کہ پھونکنے والے سے ایک ہوا نکلے اور جسکو پھونکے اوسمین اسطرح پونہچے مثلا کہ جس ایندھن لکڑی مین آگ کی صلاحیت ہی اوسمین آگ مشتعل ہو جائے پس خوب سمجھہ لو کہ نفخ سبب اشتعال ہی اور یہ صورت جو سبب قرار پائی ہی یقینا خداوند تعالی کی ذات پاک میں محال ہی مگر مسبب (یعنی نتیجہ) یہان محال نہین ہے - ہان جس فعل سے

الذی یحصل المسبب عنہ علی سبیل المجاز وان لم یکن الفعل المستعار لہ علی صورۃ الفعل المستعار منہ کقولہ تعالی غضب اللہ علیہم فانتقمنا منہم والغضب عبارۃ عن نوع تغیر فی الغضبان یتاذی بہ ونتیجتہ اھلاک المغضوب علیہ وایلامہ فعبر عن نتیجۃ الغضب بالغضب وعن نتیجۃ الانتقام بالانتقام وکذلک عبر عما ینتج نتیجۃ النفخ بالنفخ وان لم یکن علی صورۃ النفخ۔
فقیل لہ فما السبب الذی اشتعل بہ نور الروح فی فتیلۃ النطفۃ۔
کہ مسبب حاصل ہوا اگرچہ وہ اس صورت پر نہین واقع ہوا ہے جیساکہ یہ مگر کنایۃً بطریق مجاز اسکو بھی اسی سبب کے لفظ سے تعبیر کیا مثلاً خدا کا قول غضب اللہ علیہم فانتقمنا منہم جسکے معنے ہین غصہ ہوا خدا اون پر۔ پس بدلالیا مین نے اون سے اس مین بھی یہی حال ہے کیونکہ غصہ سب جانتے ہین کہ ایک ایسی چیز ہے کہ غصہ کنندہ مین ایک طرح کا ایسا تغیر پیدا ہو کہ اوس سے اوسکو ایک اذیت محسوس ہو اور ظاہر ہے کہ یہ خداوند جل وعلا مین محال ہے ہان اس غضب کا نتیجہ کیا ہے مغضوب علیہ کا اھلاک اور اوسکا ایلام پس نتیجۂ غضب غضب سے تعبیر کیا گیا اور علی ہذا انتقام کا بھی یہی حال ہے اسلیے نتیجۂ انتقام انتقام سے تعبیر کیا گیا اب یہان بھی سمجھ لو کہ جس سبب سے نتیجۂ نفخ حاصل ہوا اوسکو مجازاً نفخ سے تعبیر کیا اگرچہ صورت نفخ یہان واقع نہین ہوئی کیونکہ محال ہے۔
سوال کیا سبب ہے جس سے نور روح فتیلۂ نطفہ مین مشتعل ہوگیا۔

قال ھو صفة فی الفاعل وصفة فی المحل القابل اما صفة الفاعل فالجود الالٰھی الذی ھو یتنوع الوجود علی مالہ قبول الوجود فھو فیاض بذاتہ علی کل حقیقة اوجدھا ویعبر عن تلک الصفة بالقدرة ومثالھا فیضان نورالشمس علی کل قابل للاستنار عند ارتفاع الحجاب بینھما فالقابل للاستنار ھی الملونات دون الھواء الذی لالون لہ واما صفة القابل فالاستواء والاعتدال الحاصل بالتسویة کما قال سویتہ۔

جواب وہ سبب کچھہ اور نہین ہے صرف دو صفتون کا اجتماع ایک صفت فاعل حقیقی اور دوسرا صفت محل قابل روح اس صفت فاعل حقیقی کا نام جود الٰہی ہے جس سے اون چیزون پر جو قابلیت وجود کی رکھتی ہین فیضان وجود کا ہوجاتاہی۔ ایسی حقیقت جسکو وہ ایجاد کرنا چاہتاہی انپر بذات خود فیاض ہی اوراسی صفت کو قدرت سے تعبیر کرتے ہین اور مثال اسکی سمجھنے کیلیئے بعینہ فیضان روشنی آفتاب کی ہی اون چیزون پر جو قابلیت روشن ہوجانیکی رکھتے ہیں جب حجاب اُن دونون کے درمیان یعنی آفتاب اور اوس چیز کے مرتفع ہوجائے پس فی الحقیقة قابلیت روشن ہو جانے کی وہی چیزین رکھتی ہین جن مین کچھہ یون ہی ہوا جس مین کچھہ لون نہین وہ قابلیت چمک جاسے اور روشن ہو جانے کی نہین رکھتی۔ صفت محل قابل اسس مقام پر وہی اوس کی انتھا درجہ کی صفائی اور غایت درجہ کا اعتدال اور مناسبة اجزا ہے جو تسویہ سے حاصل ہوا ہے اور خداوند جل وعلانے فرمایا ہے سویتہ۔

ومثاله صقالة الحديد فان المرآة التي سترا لصدأ وجهها لا تقبل
الصورة وان كانت محاذية للصورة فلو حاذتها الصورة واشتغل
الصيقل بتصقيلها فكلما حصل لصقال حدث فيها الصورة
المحاذية من ذي الصور المحاذية فكذلك اذا حصل الاستواء في
النطفة حدث فيها الروح من خالق الروح من غير تغير في الخالق بل
انما حدث الروح الآن لا قبله لتغير المحل بحصول الاستواء الآن لا
قبله كما ان الصورة فاضت من ذي الصور على المرآة في حكم لوهم
مثال اس کی بعینہ جلا کی ہے اس لیے کہ جس آئینہ پر زنگ چھا یا ہوا ہے
اگرچہ وہ صورت کے محاذی اور مقابل ہو مگر صورت کو قبول نہین کرتا
ہان اگر صورت اوس کے مقابل ہو اور صیقل گر اوسپر جلا دینا شروع کرے
پس جون ہی اوس مین جلا ہو جائے گا وہ چیز جو اوسکے محاذی اور
مقابل ہے اوس کی صورت بھی فوراً اوس مین پیدا ہو جائے گی
یون ہی سمجھہ لو کہ جس وقت نطفہ مین اعتدال تام اور مناسبت
بدرجۂ غایت جس کو استوا کہتے ہین حاصل ہو گی فوراً روح بھی
اوس مین خالق روح کی جانب سے پیدا ہو جائے گی یہ نہین
کہ کچھہ خالق مین تغیر ہو جیسا کہ آئینہ کے محاذی اور مقابل
شئے مین کچھہ تغیر نہین ہوتا بلکہ یون سمجھو کہ روح تو ابھی پیدا
ہو گئی قبل سے نہ تھی کیونکہ محل بھی تو استوا پاکر ابھی قابل
بنا ہے کہین سے کہ خطا جیسے لیکن اچھی طرح

من تغیر حدث فی الصورۃ ولکن کان لا یحصل من قبل لا لان
الصورۃ لیست مہیاۃ لان تنطبع فی المرآۃ لکن لان المرآۃ
لم تکن صقیلۃ قابلۃ للصورۃ -
فقیل لہ فما الفیض فقال لا ینبغی ان تفھم من الفیض ما
تفھم من فیضان الماء من الاناء علی الید فان ذلک عبارۃ
عن انفصال جزء من الماء عن الاناء واتصالہ بالید بل افھم
منہ ما نفھمہ من فیضان نور الشمس علی الحائط ولقد غلط
قوم فی نور الشمس ایضا فظنوا انہ ینفصل شعاع من جرم الشمس
سمجھ لو کہ صورت کا عدم حصول آئینہ مین اس وجہ سے نہین ہوا تھا
کہ صورت آئینہ مین منطبع ہونے کے لیے تیار نہین تھی اور اسکے
قابل نہ تھی بلکہ صرف اس وجہ سے کہ آئینہ مجلا اور قابل انطباع
صورت کے نہ تھا۔
سوال وہ فیض و فیضان جس کا آپ نے ذکر کیا وہ کیا چیز ہے
جواب جس طرح فیضان پانی کا کسی برتن مثلا لوٹے سے ہاتھ پر
ہوتا ہے یہان فیضان سے ہرگز وہ نہ سمجھنا کیونکہ وہان تو یقینی پانی
کے اجزا لوٹے سے منفصل ہوکر ہاتھ پر پہونچتے اور اوس سے
متصل ہوتے ہین اور فیضان الٰہی مین یہ کیونکر ممکن ہے بلکہ اوسکو مثل
فیضان نور شمس کے سمجھو جو دیوارون پر ہوتا ہی لوگون نے غلط سمجھا ہے
کہ نور شمس عبارت اس سے ہے کہ جرم شمس سے شعاع منفصل ہوتی ہے

ويتصل بالحائط وينبسط عليه وهو خطاء بل نور الشمس سبب لحدوث شئ يناسبه فی النورية وان كان اضعف منه فی الحائط المتلون كفيضان الصورة على المرآة من ذی الصورة فانه ليس بمعنی انفصال جزء من صورة الانسان والصاله بالمرآة بل علی معنی ان صورة الانسان مثلا سبب لحدوث صورة تماثلها فی المرآة القابلة للصورة وليس فيهما اتصال وانفصال الا السببية المجردة وكذلك الجود الالهی سبب لحدوث نور الوجود فی كل ماهية قابلة للوجود فيعبر عنه بالفيض -

اور دیوار سے متصل ہوکر اوسپر پھیل جاتی ہے یہ بالکل غلط ہے اصل بات یہ ہی کہ نور شمس فی الحقیقۃ ایک ایسی چیز کے حدوث اور وجود کا سبب ہی جو نوریۃ مین اوسکے مناسب تھی اگرچہ وہ چمکنے اور روشن ہو جانے والے دیوار مین بہت ہی کم سہی ٹھیک جیسے فیضان صورت کا کسی ذی الصورۃ سے آئینہ مین ہوتا ہی ظاہر ہی کہ یہ ہرگز اس معنے مین نہین ہے کہ صورت انسان سے کوئی جبر منفصل ہوکر آئینہ سے متصل ہو جاتی ہے بلکہ بلاشک اسی معنے مین ہی کہ جو آئینہ قابل انطباع صورت کے تھا اوسمین صورت اصلی انسان ایک مثالی صورت کے حدوث اور وجود کا سبب ہوگئی اور اس مین اتصال و انفصال کچھہ بھی نہین ہے مگر وہی سببیت محضہ اسیطرح سمجھہ لو کہ جو ماہیتہ قابلیت وجود کی رکھتی ہے اوسمین بلاشبہہ نور وجود کے حدوث کا سبب وہی جود الٰہی ہی اور اسکو فیض اور فیضان سے تعبیر کرتے ہین -

فصل قیل لہ قد ذکرت التسویۃ والنفخ فما الروح وما حقیقتہ وھل ھو حال فی البدن حلول الماء فی الاناء او حلول العرض فی الجوھر ام ھو جوھر قائم بنفسہ فان کان جوھرًا قائما بنفسہ فمتحیز ھو ام غیر متحیز وان کان متحیزا فما مکانہ اھو القلب او الدماغ او موضع اخر وان لم تکن متحیزا فکیف یکون جوھرا غیر متحیز فقال ھذا سؤال عن سر الروح الذی لم یوذن لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی کشفہ لمن لیس اھلا لہ فان کنت من اھلہ فاسمع -

سوال تسویہ اور نفخ کو تو آپ نے بیان فرمایا پس اب فرمائیے کہ روح کیا چیز ہے اور اسکی کیا حقیقت ہے آیا وہ بدن مین اسطرح حلول کیے ہوے ہے جیسے پانی برتن مین یا جیسے کوئی عرض کسی جوہر مین مثل سیاہی کے کپڑے مین یا وہ کوئی جوہر ہے کہ بنفسہ قائم ہے عرض نہین - اگر وہ کوئی جوہر ہے اور قیام اوسکا بنفسہ ہے تو وہ متحیز ہے یعنی کسی مکان مین ہے یا غیر متحیز اگر متحیز ہے تو محل اوسکا قلب ہے یا دماغ یا کوئی اور مقام اور اگر متحیز نہین ہے تو بھلا وہ جوہر غیر متحیز کیونکر ہوسکتا ہے -

جواب یہ سؤال روح کی حقیقت سے ہے اور حقیقت روح وہ چیز ہے کہ نااہل کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسکے بیان اور کشف کی اجازت نہ تھی اگر تم اسکے اہل ہو تو ہمکو مضایقہ نہین سنو -

واعلم ان الروح لیس بجسم یحل البدن حلول الماء فی الاناء و
لاھو عرض یحل القلب والدماغ حلول السواد فی الاسود و
العلم فی العالم بل ھو جوھر ولیس بعرض لانہ یعرف نفسہ و
خالقہ و یدرک المعقولات وھذہ علوم والعلوم اعراض و
لوکان موضوعا عرضا والعلم قائم بہ لکان قیام العرض
بالعرض وھذا خلاف المعقول ولان العرض الواحد لایفید
الاواحدا فیما قام بہ والروح یفید حکمین متغایرین فانہ حین مایعرف
خالقہ یعرف نفسہ فدل علی ان الروح لیس بعرض والعرض
خوب سمجھ لو روح ہرگز جسم نہین ہے کہ بدن مین اسطرح حلول کیے ہوے ہو
جیسے کسی ظرف مین پانی اور نہ وہ عرض ہے کہ قلب اور دماغ مین اسطرح
حلول کیے ہوے ہو جیسے کسی سیاہ چیز مین سیاہی اور عالم مین علم بلکہ وہ
ایک جوہر ہے کیونکہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے خالق کو پہچانتی ہے اور معقولات
کو دریافت کرتی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ چیزین علوم ہین اور سب جانتے ہین
کہ علم عرض ہے اور اگر روح بھی عرض ہوتی تو قیام عرض بالعرض
لازم آتا اور یہ باتفاق عقلا محال ہے ایک اور دلیل اوسکے جوھر
ہونیکی یہ ہی کہ عرض واحد جس مین قائم ہوتا ہی اوسی کا افادہ کرتا ہے
اور روح کو ہم دیکھتے ہین کہ دو متغایر حکم کا افادہ کرتی ہی کیونکہ جسوقت وہ اپنے
خالق کو پہچانتی ہی اوسیوقت اپنے آپکو بھی جانتی ہی اور ظاہر ہی کہ یہ دونون
متغایر حکم ہین پس صاف ظاہر ہوا کہ وہ عرض نہین ہی کیونکہ عرض کبھی دو ایسے متغایر
صفات سے موصوف نہیں ہوتا۔

لا يتصف بهذه الصفات ولا هو جسم لان الجسم قابل
للقسمة والروح لا ينقسم لانه لو انقسم لجاز ان يقوم بجزء
منه علم بالشئ الواحد وبالجزء الآخر منه جهل بذلك
الشئ الواحد بعينه فيكون فی حالة واحدة عالما بالشیء
جاهلا به فيتناقض لانه فی محل واحد والا فالسواد والبياض
فی جزئين من العين غير متناقض والعلم والجهل لشیء
واحد فی شخص واحد محال و فی شخصين غير محال فدل
على انه واحد وهو باتفاق العقلاء جزء لا يتجزی ای شئ
لا ينقسم اذ لفظ جزء غير لائق به لان الجزء اضافة الی الكل
وہ جسم بھی نہین ہے کیونکہ جسم قابل قسمت ہوا کرتا ہے اور روح کبھی
منقسم نہین ہوتی اگر وہ منقسم ہو تو جائز ہوگا کہ ایک جز مین ایک
شئ کا علم ہو اور دوسری جز مین اوسی شے کا جہل ہو اور لازم آئے کہ
ایک حالت مین روح ایک شی کی عالم ہی اور اوس سے جاہل بھی اور
یہ کھلا تناقض ہے کیونکہ محل ایک ہی ہان سیاہی اور سپیدی ایک ہی
شے کے دو محل مین جیسے آنکھہ البتہ تناقض نہین ہے مگر علم اور جہل
ایک ہی شخص کا ایک محل مین بے شک محال ہے پس صاف ظاہر ہوا
اور دلیل نے ثابت کر دیا کہ وہ ایک ہی اور تمام عقلا اسپر متفق ہین کہ وہ
ایک ایسا جز ہے کہ جسکا جز نہین یعنی وہ ایک ایسی شے ہی کہ جو منقسم نہین
ہو سکتی بلکہ لفظ جز وبھی اسکے لیئے مناسب نہین ہی کیونکہ جز ایک نسبت ہی کل کی جانب
اور یہان کل ہی نہین سلئے تو جز و کیسے ہو

ولا کل ههنا فلا جزء الا ان یراد به ما یرید القائل بقوله
الواحد جزء من العشرة فانك اذا اخذت جمیع الاجزاء
التی بها قوام العشرة فی کونها عشرة کان الواحد من
جملتها وکذلك اذا اخذت جمیع الموجودات او جمیع ما
به قوام الانسان فی کونه انسانا کان الروح واحدًا من جملتها
فاذا فهمت انه شیٔ لا ینقسم فلا یخلو اما ان یکون متحیزًا
او غیر متحیز و باطل ان یکون متحیزا اذ کل متحیز منقسم
والجزء الذی لا یتجزیٔ باطل ان یکون منقسما بادلة
هندسیة و عقلیة اقربها انه لو فرض جوهر بین جوهرین
ہان یہ ہو سکتا ہے کہ اوس کو ایسا جز کہین جیسا واحد کو عشرہ کا
جز رکہتے ہین کیونکہ جب تم تمامی اجزا کو لوگے جن سے عشرہ کی
ہستی ہے تو ضرور رہے کہ اون مین سے ایک واحد بھی ہو گا بے شک
ایسے ہی جمیع موجودات کو لو یا کل اون چیزون کو لو جن سے انسان
کی ہستی ہو تو روح بہی اون مین سے ایک ضروری ہو گی -
اب جب یہ معلوم ہو گیا کہ روح ایسی چیز ہے جو منقسم نہین ہو سکتی
تو اب دو حال سے خالی نہین آیا وہ متحیز ہے یا غیر متحیز - متحیز ہونا تو
باطل ہو کیونکہ دنیا مین کل متحیز چیزین منقسم ہوتی ہین اور جزء الذی لا
یتجزے کا تو منقسم کا ہونا براہان ہندسیہ اور عقلیہ سے باطل ہے -
اون دلائل سے قریب ترین بفہم یہ دلیل ہو کہ اگر کسی جوہر کو درمیان دو جوہر وںکے رکھین

لکان کل واحد من الطرفین یلقی من الوسط غیر ما یلقی الآخر
فیجوز ان یقوم بالوجہ الذی یلقاہ ہذا الطرف علم و
بالوجہ الآخر جہل فیکون عالما جاہلا فی حالۃ واحدۃ
بشیٔ واحد وکیف لا لو فرض بسیط سطح من اجزاء لایتجزأ
لکان الوجہ الذی یحاذینا و نراہ غیر الوجہ الآخر
الذی لا نراہ فان الواحد لا یکون مرئیا و غیر مرئی فی
حالۃ واحدۃ و لکانت الشمس اذا حاذت احد وجہیہ
استنار بہا ذلک الوجہ دون الوجہ الآخر فاذا ثبت انہ
تو ضرور ہے کہ اوس جوہر کا دونون طرف ایک دوسرے سے متغایر ہو کیونکہ
ہر ایک طرف ایک دوسرے جوہر سے ملا ہے پس بخوبی جائز ہے کہ اوسی
جوہر کے ایک طرف علم ہو اور دوسری طرف جہل اور وہ حالت واحد
مین ایک شی کا عالم بہی ہو اور اوسکا جاہل بہی اور کیون ایسا نہو گا مان لو
کہ اجزار لایتجزا کی ایک سطح ہمارے سامنے ہے اور بیشک جو جانب اوسکا
ہمارے محاذی ہے اور جسکو ہم دیکہہ رہے ہین وہ بلا شبہہ اوس جانب کے
مغایر ہے جو ہم نہین دیکہتے اور جو ہمارے محاذی نہین ہے کیونکہ ایک ہی شی
حالت واحد مین مرئی اور غیر مرئی ہو نہین سکتی اور اسوقت بیشک یہ بات بہی
ہوگی کہ آفتاب اس جز کے جس جانب پر پڑیگا وہی روشن ہوگا اور دکہائی دیگا دوسرا
جانب کبہی نہین یہ کہلی دلیل اس بات کی ہے کہ یہ جز لایتجزا نہین ہے کیونکہ اگر رہتا تو منقسم
کبہی نہین ہوتا اور یہ تغایر کبہالت اسمین کبہی پیدا نہین ہوتی اب صاف ظاہر ہوگیا کہ جب روح

لا ينقسم وانه لا يتجزأ ثبت انه قائم بنفسه وغير متحيز اصلا
فصل قيل له وما حقيقة هذه الحقيقة وما صفة هذا الجوهر
وما وجه تعلقه بالبدن اهو داخل فيه او خارج عنه او متصل
به او منفصل عنه قال رضي الله عنه لا هو داخل ولا هو خارج
ولا هو منفصل ولا متصل لان مصحح الاتصاف بالاتصال و
والانفصال الجسمية والتحيز وقد انتفينا عنه فانفك عن
الضدين كما ان الجماد لا هو عالم ولا هو جاهل لان مصحح
العلم والجهل الحياة فاذا انتفت انتفى الضدان فقيل له
منقسم نہین ہی اور متجزی نہین تو یقینا قائم بنفسہ ہی اور غیر متحیز
سوال اس حقیقت کو اور کھولیے اور بیان فرمائیے کہ یہ جوہر جو آپ نے
ثابت کیا کیا چیز ہے اور اسکے بدن مین تعلق کی کیا صورت ہی آیا وہ اسمین
داخل ہی یا اُس سے خارج ہی اس سے متصل ہی یا اس سے منفصل۔
جواب نہ وہ داخل ہی اور نہ خارج نہ متصل اور نہ منفصل اور یہ تو ظاہر ہے
کہ اتصال اور انفصال کے ساتھہ موصوف ہونے کے لیے تو جسمیۃ اور تحیز
درکار ہی اور ابھی معلوم ہو چکا کہ روح وہ جوہر ہے جو نہ جسم ہی اور نہ متحیز
پس یہ دونون ضدین یعنی اتصال وانفصال اُس سے ایسی جدا ہوے جیسے کسی
جماد سے جہل وعلم جدا ہین اور اسپر یہ صادق آتا ہی کہ نہ وہ جاہل ہے اور نہ عالم اور یہ
اسلیے کہ جہل اور علم کے ساتھہ موصوف ہونیکے لیے تو حیات کی ضرورت ہی اور جب
اس جماد سے حیات ہی منتفی ہی تو جو اُسکی وجہ سے ہوتے تھے ضرور منتفی ہونگے

هل هو فی جهته فقال هو منزه عن الحلول فی المحال والاتصال بالاجسام والاختصاص بالجهات فان کل ذلک صفات الاجسام واعراضها والروح لیس بجسم ولا عرض فی جسم بل هو مقدس عن هذه العوارض -

فقیل له لِمَ منع الرسول علیه السلام عن افشاء هذا السر و کشف حقیقة الروح لقوله تعالیٰ قل الروح من امر ربی فقال لان الافهام لا تحتمله لان الناس قسمان عوام وخواص اما من غلب علی طبعه العامیة فهذا لا یقبله ولا یصدقه فی صفات الله تعالیٰ فکیف یصدقه فی حق الروح الانسانیة ولهذا

سؤال کیا وہ کسی جہت مین ہے -

جواب کسی محل مین حلول ہونے کسی جسم مین متصل ہونے کسی جہت مین مختص ہونے سب سے پاک ہے کیونکہ یہ ساری باتین صفات جسم اور اعراض اجسام سے ہین اور ابھی ثابت ہو چکا ہی کہ روح نہ جسم ہی اور نہ کسی جسم کا عرض ہے بلکہ ان ساری صفتون سے منزہ اور مُبرا -

سؤال جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اس افشاء راز اور کشف حقیقت روح سے کیون منع کیے گئے تھے جیسا کہ قرآن شریف مین ہی کہ اسیقدر کہدو کہ روح ایک امر ربی ہی -

جواب اسلیے کہ علی العموم سبھونکو اسکا تحمل نہین ہی دنیا مین تم دیکھتے ہو کہ لوگ دو قسم کے ہین عوام اور خواص بھلا جن پر عامیت غالب ہوتی ہے وہ خدا ہی مین ایسے صفات سمجھ نہین سکتے روح انسانی مین کیونکر تصدیق کرتے

انكرت الكرامية والحنبلة ومن كانت العامية غلب عليه ذلك
وجعلوا الاله جسمًا اذ لم يعقلوا موجودا الا جسما مشارًا اليه
ومن ترقى من العامية قليلا نفى الجسمية وما اطاق ان ينفي
عوارض الجسمية فاثبت الجهة وقد ترقى عن هذه العامة
الاشعرية والمعتزلة فاثبتوا موجودًا لا في جهة
فقيل له ولم لا يجوز كشف هذا السر مع هؤلاء فقال لانهم
احالوا ان تكون هذه الصفات لغير الله تعالى فاذا ذكرت هذا
لبعضهم كفروك وقالوا انك تصف نفسك بما هو صفة الاله

دیکھو اکثر کرامیہ اور حنبلیہ اور جنپر کہ عامیت غالب ہی خداے پاک ہی مین
اس صفت کا انکار کر بیٹھے اور خدا کو ایک جسم سمجھہ لیئے اسلیئے کہ کوئی ایسا
موجود جو جسم نرکھتا ہو اور جسکی جانب اشارہ نہوسکے انکی سمجھہ ہی مین
نہ آیا ہان جنھون نے کچھہ اس عامیت سے ترقی کی انھون نے جسمیت
کی نفی تو البتہ کی مگر عوارض جسمیت سے نفی کی طاقت اون مین بھی
نہوئی بس خدا کیلیئے جہت ثابت کیئے اشعریون اور معتزلیون نے انسے بھی ترقی کی اسلیے
وہ قائل ہوے کہ بیشک وہ ایک ایسی ہستی ہی کہ جہت سے پاک ہی اور موجود ہی۔
سوال ان عامیونکے ساتھہ ان اسرار کا بیان کرنا کیون جائز نہین ہی
جواب چونکہ ان صفات کو جو روح کے لیے بیان ہوے غیر اللہ کے لیے
محال جانتے ہین اگر تم ذکر کروگے تم کو کافر کہینگے اور یون سمجھینگے کہ جو
صفت خدا کے لیئے مخصوص ہی اُس سے تم اپنی روح یعنی اپنے آپکو تصف کرتے ہو

على الخصوص فكانك تدعى لا لهية لنفسك -

فقيل له فلم احالوا ان تكون هذه الصفة لله ولغير الله تعالى ايضا فقال لانهم قالوا كما يستحيل فى ذوات المكان ان يجتمع اثنان فى مكان واحد يستحيل ايضا ان يجتمع اثنان لا فى مكان لانه انما استحال اجتماع جسمين فى مكان واحد لانه لو اجتمعا لم يتميز احدهما عن الاخر فكذلك لو وجد اثنان كل واحد منهما ليس فى مكان فلم يحصل التميز والعرفان ولهذا ايضا قالوا لا يجتمع سوادان فى محل واحد حتى قيل المثلان متضادان

توگویا اپنے لیے خدائی کا دعوے کرتے ہو

سوال اچھا تو وہ لوگ کیون محال سمجھتے ہین کہ یہ صفات خداکے بہی ہون اور غیر خدا جیسے روح اوسکے بہی ہون -

جواب جسطرح کسی مکان مین رہنے والی چیز کی نسبت وہ یہ خیال کرتے ہین کہ دو چیزین مکان واحد مین نہین ہو سکتین ایسی وہ یہ بھی محال سمجھتے ہین کہ دو چیزین کسی لامکان مین مجتمع ہون کیونکہ پہلی صورت مین دو جسمون کو مکان واحد مین اسلیئے نہین مانتے تھے کہ اگر ایسا ہوگا تو تمیز جاتا رہیگا اور وہ دونون ایک دوسرے سے ممتاز نہو سکینگے علی ہذا اگر دو چیزین کسی لامکان مین پائی جائین یعنی دو چیزین ایسی ہون کہ دونون مین سے کسی کے لیے مکان درکار نہو تو وہی خرابی ہوگی کہ تمیز اور عرفان جاتا رہیگا اسلیے تو وہ لوگ یہ بھی کہتے ہین دو سواد محل واحد مین جمع نہین ہو سکتے بلکہ دو مثل فی الحقیقۃ متضاد ہین کیونکہ محل دو رہو گیا ایک ہا گویا تجدد امثال کے قائل ہین -

فقيل هذا الاشكال قوى فما جوابه

جوابه انهم اخطأوا حيث ظنوا ان التميز لا يحصل الا بالمكان
بل يحصل التميز بثلاثة امور احدها بالمكان كجسمين في
مكانين والثانى بالزمان كسوادين فى جوهر واحد فى زمانين
والثالث بالحد والحقيقة كالاعراض المختلفة فى محل واحد مثل
اللون والطعم والبرودة والرطوبة فى جسم واحد فان المحل
لها واحد والزمان واحد ولكن هذه معان مختلفة الذوات
بحدودها وحقائقها فتميز اللون عن الطعم بذاته لا بمكان و
زمان وتميز العلم عن القدرة والارادة بذاته وان كان الجميع
سؤال یہ اعتراض تو بہت قوی ہے پھر اسکا جواب کیا ہے۔

جواب اون لوگون نے فاش غلطی کی ہے جو یہ سمجھ بیٹھے ہین کہ تمیز مکان ہی
سے حاصل ہوتی ہے بلکہ سمجھ رکھو کہ تمیز تین طرح سے ہوتی ہے مکان سے جیسے دو جسم
دو مکانونمین متمیز ہوتے ہین اور دوسرے زمان سے جیسے کسی جوہر واحد مین دو
سواد دو زمانہ مین ہون تو ضرور متمیز ہونگے تیسرے بیان تعریف اور حقیقت سے بھی
چیزین متمایز ہو جاتی ہین جیسے کسی خاص جسم واحد پر زمانۂ واحد مین اعراض مختلفہ
جیسے لون طعم برودت رطوبت صرف حدود اور حقیقت کے بیان سے
متمایز ہوتے ہین ورنہ محل ایک ہے اور زمانہ بھی ایک ہی ہے پس ان
چیزون کی تمیز بذاتہ ہے علی ہذا علم قدرت ارادہ ان سب مین
بھی تمیز بذاتہ ہی یعنی بوجہ بیان حد یعنے تعریف اور حقیقت کے ورنہ کل

شیئاً واحداً فاذا تصور الصور اعراض مختلفة الحقائق فبان یتصور
اشیاء مختلفة الحقائق بذواتها فی غیر مکان اولی۔
فصل فقیل ههنا دلیل اٰخر علی احالة ما ذکرتموه اظهر من طلب
التفرقة وهو ان هذا تشبیه واثبات لاخص وصف الله تعالیٰ
فی حق الروح فقال هیهات فان قولنا الانسان حی عالم قادر
سمیع بصیر متکلم وانه تعالیٰ کذلك لیس فیه تشبیه لانه لیس
ذلك اخص الوصف فکذلك البراءة عن المکان والجهة
لیس اخص وصف الاله بل اخص وصفه انه قیوم ای هو قائم بذاته
ایک ہی چیز ہین پس جب اعراض مختلف الحقائق متصور ہوتے اور متمیز ہو جاتی ہین اشیاء
مختلف الحقیقة بھی اگرچہ کسی مکان مین نہون بذاتہا متصور اور متمیز بطریق اولی ہونگے
سوال اسجگہ ایک اور دلیل ہی جس سے معلوم ہوتا ہی کہ روح کی تعریف جو آپنے کی ہی وہ محال ہی
اور پہلی تقریر جو تفرقہ اور تمیز کے متعلق تھی اور جسکا آپنے جواب دیا اس سے یہ دلیل کہین صاف
ہی اور وہ یہ ہی کہ روح کو ایسا کہنا تو بعینہ روح کے لیے اُس صفت کو ثابت کرنا ہے جو
خداوند تعالیٰ کے لیے مخصوص ہی اور گویا یہ پوری تشبیہ خداوند جل وعلا کے ساتھ ہی۔
جواب افسوس کہ تمنے کچھ نہین سمجھا بھلا کیا انسان کے لیے یہ کہنا کہ حی عالم
قادر سمیع بصیر متکلم ہی حالانکہ یہ صفات خدا کے ہین تشبیہ ہی ہرگز نہین
یہ کیون اسلیے کہ یہ چیزین خدا کی خاص صفتین نہین ہین اسیطرح مکان اور جہت سے
بری ہونا بھی خدا کی خاص صفت نہین بلکہ خوب سمجھ رکھو کہ خاص صفت اسکی جسمین
کوئی شریک نہین وہ اسکا قیوم ہونا ہی یعنی یہ کہ وہ بذاتہ قائم اور بذاتہ موجود ہے

وکل ماسواہ قائم بہ وانہ موجود بذاتہ لابغیرہ فکل ماسواہ موجود بہ لا بذاتہ بل لیس للاشیاء من ذواتہا الا العدم وانما لہا الوجود من غیرہا علی سبیل العاریۃ والوجود للہ تعالیٰ ذاتی لیس بمستعار وہذہ الحقیقۃ اعنی القیومیۃ لیست الا للہ۔

فقیل لہ ذکرت معنی التسویۃ والنفخ والروح ولم تذکر معنے النسبۃ فی الروح وانہ لِمَ قال من روحی ولم نسبہ الی نفسہ فان کان لان وجودہ بہ فجمیع الاشیاء ایضا کذلک وقد نسب البشر الی الطین فقال خالق بشرا من طین ثم قال فاذا سویتہ

اور ماسوا جتنے ہین سب اوسی خدا کے وجہ سے قائم ہین اور اوسی خدا کے وجود بخشنے سے موجود ہین اور بذاتہ موجود اور قائم نہین ہین بلکہ فی الحقیقت یہ ہے کہ بذاتہا کل اشیا کو عدم ہے ہان اوسکے لیے وجود اون کے غیر یعنی خدا سے بطور عاریت ملا ہوا ہے البتہ اللہ تعالی کا وجود ذاتی ہے کسی دوسرے سے مستعار نہین ہی اور یہ حقیقت یعنی قیومیت اللہ پاک کے سوا کسی کو نہین۔

سوال آپ نے تسویہ نفخ اور روح سب کے معنے اور حقیقت بیان کیے مگر آپنے اس نسبت کو بیان کیا کہ خدا نے کیون فرمایا من روحی اور کیون اسکو اپنی جانب نسبت کیا اگر اسوجہ سے کہ روح کا وجود خدا کے سبب سے ہی تو سارے اشیا کا یہی حال ہی کہ اسکا وجود خدا ہی کیطرف سے ہوا یہی اسی کلام مین بشر کو طین کیجانب منسوب کیا اور فرمایا کہ مین بشر کو مٹی سے بنانیوالا ہون اور یہی فرمایا کہ جب مین نے اسکا تسویہ کیا

ونفخت فیہ من روحی وان کان معناہ انہ جزء من اللہ تعالیٰ
فاض علی القلب کما یفیض المال علی السائل فیقول فضت
علیہ من مالی فہذہ تجزیۃ لذات اللہ وقد ابطلم ہذا وذکرتم
ان افاضتہ لیست بمعنی انفصال جزء منہ
فقال ہذا کقول الشمس لو نطقت وقالت افضت علی
الارض نوری فیکون صدقا ویکون معنی النسبۃ ان النور
الحاصل من جنس نور الشمس بوجہ من الوجوہ وان کان فی
غایۃ الضعف بالاضافۃ الی نور الشمس وقد عرفت ان الروح
منزہ عن الجہۃ والمکان وفی قوتہ العلم لجمیع الاشیاء و
اور اسکو ٹہیک کیا تو اپنی روح اوس مین پہونکی اسکے کیا معنے ہین اور اگر یہ
مطلب ہی کہ اللہ تعالی سے کوئی چیز قلب انسانی پر ہوئی جیسا کسی دینے
والے کا مال سائل پر فائض ہوتا ہے اور وہ کہتا ہے مین نے اپنے مال کا
اوسپر فیضان کیا تو یہ صریح ذات باری مین تجزیہ ہی اور ابہی آپ نے اسکو
باطل کیا ہی اور ثابت کیا ہی کہ خدا سے فیضان اور افاضہ بمعنی انفصال جز کبہی نہین ہوسکتا ہی
جواب یہ ٹہیک ایسی ہی کہ اگر مثلاً آفتاب بولے اور کہے کہ مین نے زمین پر
اپنے نور سے افاضہ کیا ہی تو کلام ضرور سچ ہوگا اور اس نسبت کے یقینی یہی
معنے ہونگے کہ زمین جس مین اگرچہ بہت ہی غایت ضعیف نور سہی
مگر ہوا کی طرح نہ تہی اسلیے اس مناسبت سے نور شمس نے اسپر فیضان نور
کیا پس یہان بہی سمجھ لو کہ روح کو تم سمجھ چکے ہو کہ مکان اور جہت سے منزہ ہی جمیع اشیا کا علم ہونا

والاطلاع عليها وهذه مضاهاة ومناسبة فلذلك خص بالاضافة
وهذه المضاهاة ليست للجسمانيات اصلا

فقيل له فما معنى قوله تعالى قل الروح من امر ربی و ما
معنی عالم الامر و عالم الخلق

فقال كل ما يقع عليه مساحة وتقدير وهو عالم الاجسام و
عوارضها يقال انه من عالم الخلق وخلق ههنا بمعنى التقدير
لا بمعنى الايجاد والاحداث يقال خلق الشیء ای قدره قال
الشاعر ولانت تفری ما خلقت وبعض القوم يخلق ثم لا يفری؛

جمیع اشیا پر مطلع ہونا اوسکے قوت مین موجود ہے اگرچہ ذات خداوندی
سے کوئی نسبت نہین مگر دوسرے جسمانیات مین یہ بات مطلق نہین ہے
پس اس نسبت سے اوسپر فیضان ہوا اور اوسکو اپنی طرف مضاف کیا۔

سوال خیر اب فرمائیے کہ قل الروح من امر ربی کے کیا معنے ہیں عالم امر اور
عالم خلق کا کیا مطلب ہے۔

جواب عالم اجسام یا اوسکے عوارض سے اگر کوئی شے ہے اور اوسپر
مساحت (پیمائیش) تقدیر (اندازہ) کا اطلاق ہو سکتا ہے تو کہتے ہین
کہ یہ عالم خلق سے ہے یہان خلق بمعنے ایجاد اور احداث نہین ہے بلکہ
بمعنے تقدیر یعنی اندازہ کے ہے عرب مین بولتے ہین خلق الشئ
اندازہ کیا شی کو شاعر کہتا ہے اور بے شک تو قطع کرتا ہے جس کو
تو اندازہ کرتا ہے اور بعض لوگ قوم کے ایسے ہین کہ اندازہ تو کرتے ہین

ای تقدر ثم تقطع الادیم وما لا کمیۃ لہ ولا تقدیر فیقال انہ امر ربانی وذلک للمضاهاة التی ذکرناها وکل ما هو من هذا الجنس من ارواح البشر وارواح الملائکة یقال انہ من عالم الامر فعالم الامر عبارة عن الموجودات الخارجة عن الحس والخیال والجهة والمکان والتحیز وهو ما لا تدخل تحت المساحة والتقدیر لانتفاء الکمیة عنہ

فقیل لہ انتوهم ان الروح لیس مخلوقا وان کان کذلک فهو قدیم

فقال قد توهم هذا جماعة وهو جهل دبن نقول

لیکن قطع نہین کرتے ہان اور وہ چیز جسمین مقدار نہین اور نہ اوس کے لیے اندازہ ہے اوس کو کہتے ہین کہ یہ امر ربانی ہے اور یہ نسبت بوجہ اوسی مناسبت کے ہے جس کا مین نے اوپر ذکر کیا ہے جتنی چیزین اس جنس کی ہین جیسے ارواح بشر ارواح ملائکہ اوسکو عالم امر کہتے ہین پس سمجھ لو کہ عالم امر عبارت ہے اوس موجودات سے جو حس اور خیال اور جہت و مکان اور تحیز سے منزہ ہوا اور چونکہ اوس مین کمیت یعنی مقدار نہین ہے اسلیے مساحۃ اور تقدیر کے تحت مین وہ نہین ہے اور عالم خلق سے نہین ہے

سوال ۱۵ کیا آپکا خیال ہی کہ روح مخلوق نہین ہی اور اگر ایسا ہی تو وہ قدیم ہی

جواب روح کا غیر مخلوق ہونا اگرچہ ایک جماعت نے خیال کیا ہی مگر میرے نزدیک جہل ہی تاہم ہی کہتے ہین

ان الروح غیر مخلوق بمعنی انہ غیر مقدر بکمیۃ ولا مساحۃ و
انہ لا ینقسم ولا یتحیز ونقول انہ مخلوق لکنہ بمعنی انہ حادث
ولیس بقدیم و برہان حدوثہ طویل و مقدماتہ کثیرۃ
ولکن الحق ان الروح البشریۃ حدثت عند استعداد
النطفۃ للقبول کما حدثت الصورۃ فی المرآۃ بحدوث
الصقالیۃ وان کانت الصورۃ سابقۃ الوجود علی الصقالۃ
وایجاد ھذا البرہان انہ ان کانت الارواح موجودۃ قبل
الابدان لکانت اما کثیرۃ او واحدۃ وباطل وحدتہا وکثرتہا فباطل وجودہا
کہ روح غیر مخلوق ہے مگر اس معنے مین کہ وہ پیمایش اور اندازہ کی چیز
نہین ہے اور اوسی لیے وہ منقسم اور متحیز نہین ہے اور پھر بھی ہم کہتے ہین کہ
وہ مخلوق ہو اس معنے مین کہ وہ حادث ہی قدیم نہین ہے اوسکے حدوث کے
دلائل بہت طویل ہین اور اوسکے مقدمات بھی بہت ہی ہین مگر حق
یہی ہے کہ جب نطفہ مین استعداد اور قبولیت روح کی ہو جاتی ہے اُسی
وقت روح حادث ہوتی ہے ٹھیک جیسے کوئی صورت ہو کہ اگرچہ
وہ قبل سے موجود ہے مگر آئینہ مین اوسی وقت حادث ہوگی جسوقت
اوس مین جلا ہوگا یعنی اوس مین قابلیت منقش ہونے صورت کی
ہوگی اور اسطرح سے دلیل خوب سمجھہ مین آجائیگی کہ ارواح اگر ابدان
کے قبل سے موجود ہونگے تو دو حال سے خالی نہین یا بہت ہونگے یا ایک اور انکی
کثرت اور انکی وحدت دونون باطل ہو پس لامحالہ اُنکا وجود بھی باطل ہوگا۔

وانما استحال وحدتها بعد التعلق بالابدان لعلمنا ضرورة بان ما يعلمہ زید یجوز ان یجھلہ عمرو ولو کان الجوھر العاقل منھما واحداً لاستحال اجتماع المتضادین فیہ کما فی زید وحدہ ونعنی بالجوھر العاقل الروح ومحال کثرتھا لان الواحد محال ان لا یثنی ولا ینقسم اذا کان ذا مقدار کالاجسام فالجسم ینقسم فانہ ذو مقدار وذو بعض فیتبعض اما ما لا بعض لہ ولا مقدار فکیف ینقسم واما تعدد کثرتھا قبل التعلق بالبدن فمحال لانھا اما ان تکون

بدن کے تعلق کی بعد اسکی وحدت تو یون محال ہے کہ ہم بالبداہۃ جانتے ہین کہ جو زید جانتا ہو بخوبی جائز ہے کہ عمر اوس سے جاہل محض ہو اگر اون دونون کا جوہر عاقل ایک ہوتا تو یہ اجتماع ضدین کبھی نہین ہوتا جیسا کہ زید مین اکیلے یہ بات ہرگز نہین یہان جوھر عاقل سے ہماری مراد وہی روح ہے ہان اور اوسکی کثرت بھی باطل ہے کیونکہ واحد اگر ذو مقدار ہے تو محال ہے کہ تثنیہ نہو یعنی وہ دو حصہ نہ ہوسکے اور علی ہذا وہ منقسم نہ ہو یعنی چند حصے اوسکے نہ ہوسکیں جیسے کہ اجسام کو ہم دیکھتے ہین پس یہ بات ٹھہر گئی کہ جسم چونکہ ذو مقدار اور ذوا بعاض ہے اسلیے منقسم ہوتا ہے اگر روح مین بھی مان لیں تو جو چیز ذو مقدار اور ذوابعاض نہین ہے اوس کا منقسم ہونا لازم آیگا اور یہ ہو نہین سکتا پس ثابت ہوا کہ اسمین کثرت نہین ہی ورنہ ضرور منقسم ہوتی اب رہی اُسکی کثرت قبل تعلق بالبدن تو سمجھہ لو کہ یہ بھی محال ہے کیونکہ دو حال سے

متماثلة او مختلفة وكل ذلك محال وانما استحال لتماثل لان وجود
المثلين محال في الاصل ولهذا يستحيل وجود سوادين في محل
وجسمين في مكان واحد لان الاثنين يستدعي مغايرة ولامغايرة
ههنا وسوادان في محلين جائز لان هذا يفارق ذلك في المحل
اذا اختص بمحل لا يختص به الاخر وكذلك يجوز في محل واحد في
زمانين اذ لهذا وصف ليس للاخر وهو الاقتران بهذا الزمان
الخاص فليس في الوجود مثلان مطلقا بل بالاضافة كقولنا
زيد وعمرو وهما مثلان في الانسانية والجسمية وسواد الحبر
خالی نہین یا وہ متماثل ہوگی یا مختلف اور یہ دونون محال ہے متماثل ہونا
تو یون محال ہے کہ دو مثل کا وجود ہی فی الحقیقت محال ہے اور اسی لیے
تو دو سواد کا وجود ایک محل مین اور دو جسم کا وجود ایک مکان مین محال ہی
کیونکہ دو ہونا مغایرت کو چاہتے ہین اور یہان مغایرت نہین رہتی ہی اور دو
سواد کا دو محل مین ہونا اسمین یہ بات نہین ہے اور یہ جائز ہے اسلیے کہ
ایک دوسرے سے متمایز ہی ایک ایک محل کے ساتھہ مختص ہی اور دوسرا دوسرے کے ساتھہ بلکہ
دو سواد ایک ہی محل مین دو زمانہ مین لیے جائین تو بھی جائز ہو سکتا ہی کیونکہ ایک کیلیے
ایک وصف خاص ہی جو دوسرے کیلیے نہین ہی اور وہ وصف کیا ہی اختصاص بالزمان اور
دو زمانونکی وجہ سے امتیاز اور تغایر بخوبی معلوم ہوتا ہی اب تم بخوبی سمجھہ گئے ہوگے کہ
دو مثل کا وجود کسیطرح سے نہین ہو سکتا البتہ اگر مثلیت بالاضافة اور نسبت ہو تو ہو سکتا ہی جیسے
ہم کہین کہ زید اور عمر دونون مثل ہین کس مین انسانیت اور جسمیت مین اور سیاہی دوات

والغراب مثلاً ان فی السوادیة ومحال تغایرها لان التغایر
نوعان احدهما باختلاف النوع والماهیة کتغایر الماء
والنار وتغایر السواد والبیاض والثانی بالعوارض التی
لاتدخل فی الماهیة کتغائر الماء الحار والماء البارد۔
فان کان تغایر الارواح البشریة بالنوع والماهیة فمحال لان
الارواح البشریة متفقة بالحد والحقیقة وهی نوع واحد
وان کانت مغایرة بالعوارض فمحال ایضاً لان الحقیقة الواحدة
انما یتغایر عوارضها اذا کانت متعلقة بالاجسام منسوبة الیها
کی اور کوا یہ دونون بہی مثل ہین کس مین سیاہی مین۔
اب جب تماثل کا حال معلوم ہو چکا تو سمجہ لو کہ تغایر بہی محال ہے کیونکہ تغایر
کی دو صورتین ہین ایک تو اختلاف نوع اور ماہیت دونون ہو
جیسے تغایر پانی اور آگ کی اور تغایر سیاہی اور سپیدی کی
اور دوسری صرف اختلاف عوارض جو ماہیت مین داخل نہو جیسے
تغایر پانی حار اور پانی بارد کا۔ اگر تغایر ارواح بشریہ نوع اور
ماہیت مین لین تو محال ہے کیونکہ سارے ارواح بشریہ حد اور
حقیقت مین متحد ہین اور سب ایک ماہیت اور نوع ہین
اگر یہ ارواح بشریہ متغایر بالعوارض ہون جو دوسری قسم تغائر
کی ہے تو یہ بہی محال ہے کیونکہ حقیقت واحدہ کے عوارض اوسی وقت
متغایر ہون گے جب کسی قسم سے متعلق بجسم اور منسوب بجانب جسم ہونگے

بنوع ما اذ الاختلاف فی اجزاء الجسم ضرورة ولو فی القرب
من السماء والبعد عنها مثلا اما اذا لم یکن کذلک کان الاختلاف
محالا وهذا ربما یحتاجون فی تحقیقه الی مزید تقدیر لکن
هذا القدر ینبه علیه

فقیل له کیف یکون حال الارواح بعد مفارقة الاجساد و
لا تعلق لها بالاجسام فکیف تکثرت و تغایرت

فقال لانها اکتسبت بعد التعلیق بالابدان اوصافا مختلفة
من العلم والجهل والصفاء والکدورة وحسن الاخلاق
و قبحها فبقیت منها متغایرة فتعقلت کثرتها بخلاف
ما قبل الاجساد فانه لا سبب لتغایرها۔

کیونکہ اجزاء جسم مین تغایر ضروری ہی اگرچہ آسمان کے قرب و بعد ہی کے لحاظ سے سہی
اور جبتک ایسا نہو جبتک اختلاف محال ہی اگرچہ اسکی تحقیقات کے لیے اس سے
زائد کی ضرورت ہی مگر اسقدر بہی اتنا ہے کہ جس سے واقفیت ہوسکتی ہی

سوال اجساد کی مفارقت کے بعد ارواح کا کیا حال ہوگا اور حالانکہ اب اوسکو
تعلق اجسام سے نہین ہے پھر کیونکر وہ کثیر بہی ہونگے اور متغایر بہی۔

جواب ان ارواح نے بوجہ تعلق ابدان کے اوصاف مختلفہ حاصل کر لیئے ہین
جیسے علم اور جہل اور صفائی اور کدورت اور حسن اخلاق اور اسکا خلاف خباثت
وغیرہ اب اس اکتساب کے لیے انکی کثرت اور اونکا تغایر قائم رہے گا بخلاف قبل
تعلق بالابدان کے کیونکہ اوسوقت یہ سبب نہ تھا۔

فصل۔ فقیل لہ ما معنی قولہ علیہ السلام ان اللہ خلق آدم علی صورتہ وروی علی صورۃ الرحمن فقال الصورۃ اسم مشترک قد یطلق علی ترتیب الاشکال ووضع بعضھا من بعض واختلاف ترکیبھا وھی الصورۃ المحسوسۃ وقد یطلق علی ترتیب المعانی التی لیست محسوسۃ بل للمعانی ترتیب ایضا و ترکیب وتناسب ویسمی ذلک صورۃ فیقال صورۃ المسئلۃ کذا وکذا وصورۃ الواقعۃ وصورۃ المسئلۃ الحسابیۃ والعقلیۃ کذا والمراد بالتسویۃ فی ھذہ الصورۃ ھی الصورۃ المعنویۃ

سوال۔ اگر روح کی یہی تحقیق ہی جو آپنے بیان فرمائی تو اس حدیث کے کیا معنے ہین کہ خدا نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا یا یہ کہ آدم خدائے رحمن کی صورت پر بنایا گیا ہے۔

جواب یاد رکھو صورت کا لفظ مشترک ہی کبھی شکلون کی ترتیب اور ایک خاص وضع پر اوس کا ہونا اور انکی ترکیبون مین اختلاف ہونا اسپر بولا جاتا ہی جیسے کہ جتنی صورتین محسوسہ ہم لوگ دیکھتے ہین اور کبھی معانی کے خاص ترتیب پر اگرچہ وہ محسوس نہین ہے صورت کا لفظ بولا جاتا ہے یاد رکھو کہ معانی کے بھی ترتیب اور ترکیب اور تناسب ہوا کرتے ہین اور اوسکو صورت کہتے ہین جیسے بولتے ہین صورت مسئلہ کی یون ہی اور ایسی ہی اور صورت فلان واقعہ کی یون ہی اور فلان مسئلہ حسابیہ اور عقلیہ کی یون صورت ہے اس صورت مین بھی سمجھ لو کہ تسویہ اسکا وہی صورت معنویہ ہے

والاشارة به الی المضاهاة التی ذکرناها ویرجع ذلک الی الذات
والصفات والافعال فحقیقة ذات الروح انه قائم بنفسه لیس
بعرض ولا بجسم ولا جوهر متحیز ولا یحل المکان والجهة ولا هو
متصل بالبدن والعالم ولا هو منفصل ولا هو داخل فی اجسام
العالم والبدن ولا هو خارج وهذا کله فی حقیقة ذات الله
تعالی واما الصفات فقد خلق حیا عالما قادرًا مریدًا سمیعا
بصیرا متکلما والله تعالی کذلک واما الافعال فمبداء فعل
الآدمی ارادة یظهر اثرها فی القلب اولا فیسری منه اثر بواسطة
الروح الحیوانی الذی هو بخار لطیف فی تجویف القلب فیتصاعد
جو محسوسہ نہین اور یہان بہی وہی مناسبت ہے جس کا اشارہ مین نے پہلے
کیا ہے کہ بغیر اسکے فیضان نہین ہو سکتا اور یہ مناسبت یہان ذات صفات
افعال تینون مین ہے تم جان چکے ہو کہ حقیقت ذات روح کی کیا ہے کہ وہ
قائم بنفسہ ہے نہ وہ عرض ہی نہ وہ جسم ہی نہ ایسا جوہر ہے جو متحیز ہو نہ وہ مکان
مین حلول کیے ہوے ہی نہ جہت مین نہ وہ عالم یا بدن مین متصل اور نہ وہ انسے منفصل ہی
نہ وہ عالم یا بدن مین داخل ہی اور نہ اوس سے خارج اور یہ ساری باتین ذات
باری تعالی مین موجود ہین اب صفات کو دیکھو کہ روح حی ہے عالم ہے قادر ہی
مرید ہی سمیع ہی بصیر ہی متکلم ہے اور اللہ جل شانہ کی بہی یہ سب صفتین ہین اب ذرا
افعال پر غور کرو کہ آدمی کے فعل کا مبدا کیا ہی ارادہ جسکا اثر پہلے قلب مین ظاہر ہوتا ہی
اور بواسطۂ روح حیوانی کے جو بخارات لطیفہ کا نام ہی قلب کے تمام جوف مین سرایت کرتا ہی

فيتصاعد منه الى الدماغ ثم يسرى منه اثر الى الاعصاب الخارجة
من الدماغ ومن الاعصاب الى الاوتار والرباطات المتعلقة
بالعضل فينجذب الاوتار فتحرك بها الاصابع ويتحرك بالاصابع
القلم وبالقلم المداد مثلا فيحدث منه صورة ما يريد كتبه على وجه
القرطاس على الوجه المتصور فى خزانة التخيل فانه ما لم يتصور
فى حالة صورة المكتوب اولا لا يمكن احداثه على البياض ثانيا
ومن استقرأ فعال الله تعالى وكيفية احداثه النبات والحيوان
على الارض بواسطة تحريك السموات والكواكب وذلك
اور اوس سے دماغ کی جانب متصاعد ہوتا ہے اور وہان سے اوسکا اثر
اون اعصابون مین سرایت کرتا ہے جو دماغ سے نکلے ہوے ہین اور
پھر اون اعصابون سے اون عروق اور رباطات مین پہونچتا ہے
جو پٹھون سے متعلق ہین اور جب رگ اون کو جذب کرلیتا ہے تو
اونگلیان حرکت کرنے لگتی ہین اور اوسکے واسطے سے پہر قلم بہی حرکت مین آتا ہی
اور پہر اس سے سیاہی مین بہی حرکت پیدا ہوتی ہی پھر وہ صورت پیدا
ہونے لگتی ہے جسکے لکھنے کا ارادہ کاغذ پر ہوتا ہے مطابق اُسی صورت
کے جو ہمارے خزانۂ خیال مین متصور تہی کیونکہ پہلے جب تک مکتوب
کی صورت خزانۂ خیال مین متصور نہولے کاغذ پر اسکا کیونکر احداث ہوسکتا ہی
خوب یاد رکھو کہ جس نے خداوند تعالے کے افعال کا کھوج لگایا اور
اسپر غور کیا اور آسمان اور کواکب کی تاثیرات پر ایک غائر نگاہ ڈالی اور

بطاعة الملائكة له فی تحریک السموات علم ان التصرف الادمی
فی عالمه اعنی بدنه یشبه تصرف الخالق فی العالم الاکبر
وهو مثله وینکشف له ان نسبة شکل القلب الی تصرفه
نسبة العرش ونسبة الدماغ نسبة الکرسی والحواس
کالملائکة الذین یطیعون الله طبعا ولا یستطیعون خلافا
والاعصاب کالسموات والقدرة فی الاصابع کالطبیعة للسخرة
المرکوزة فی الاجسام والقرطاس والمداد کالعناصر التی
اوس مین ملائکہ الٰہی جو بمنزلہ قوے کے ہین اون کے تحریکات پر
تفحص کیا اور کیفیت احداث وایجاد نباتات اور حیوانات کو اس دنیا
مین سوچا وہ بے شک جان لے گا کہ آدمی کا تصرف اپنے عالم
یعنی بدن مین ٹھیک ایسی ہی ہے جیسے خداوند جل وعلا کا تصرف اس
بڑے عالم یعنی دنیا مین ہے اور اس غور وتامل کا یہ نتیجہ ہوگا کہ اوسپر یہ
بات واضح ہوجائیگی کہ آدمی کی اپنے قلب کے تصرف کی وہی حالت ہے
جو خدا کی اپنے عرش کے تصرف مین ہے اور دماغ کی جیسے کرسی کی
اور حواس کی مثال ملائکہ کی ہے کہ وہ بالطبع اوس مالک الملک کے
مطیع ہین اور اوسکے خلاف نہین کرسکتے جیسے ہمارے یہ حواس
ہان اور اعضا اور اوس کے رگ وپٹھے مثل آسمان کے ہین
اور اونگلیون مین جو قوت ہے وہ بمنزلہ اُس خاصیت یا طبیعت کے ہے
جو ہر ایک جسم مین خالق نے دے رکھی ہے اور کاغذ وقلم اور سیاہی مثل عناصر کے ہین جو

هی امہات المرکبات فی قبول الجمع والترکیب والتفرقۃ ومرآۃ
التخیل کاللوح المحفوظ فمن اطلع بالحقیقۃ علی ہذہ الموازنۃ
عرف معنی قولہ علیہ السلام ان اللہ تعالی خلق آدم علی
صورتہ ومعرفۃ ترتیب افعال اللہ تعالی معرفۃ غامضۃ
یحتاج فیہا الی تحصیل علوم کثیرۃ وما ذکرناہ اشارۃ الی جملۃ منہا
فقیل لہ فما معنی قولہ علیہ السلام من عرف نفسہ فقد عرف ربہ
فقال لان الاشیاء تعرف بالامثلۃ المناسبۃ ولولا المضاہاۃ
المذکورۃ لم یقدر الانسان علی الترقی من معرفۃ نفسہ الی
اشیار کی اصل ہین اور جن سے جمع وترکیب وتفرقہ ظہور پزیر ہوتا ہے
اور آئینۂ خیال کی مثال بجنسہ لوح محفوظ کی ہے اب جسنے اس مقابلہ اور
موازنہ کی حقیقت سمجھ لی وہ بے شک سمجھ جائےگا کہ حضور پرنور علیہ الصلوۃ
والسلام کے قول خلق آدم علی صورتہ کے کیا معنے ہین خداوند تعالی کے افعال کی حقیقت
اور اسکے اسرار کی معرفت اگرچہ بہت دقیق اور باریک در باریک ہین اور اسمین بہت سے
علوم کی ضرورت پڑتی ہی مگر جو کچھہ ہمنے ذکر کیا ہی اجمالی اشارہ تمام باتونکی طرف ہے
سوال اچھا تو اب یہ فرمائیے کہ حضور پرنور علیہ الصلوۃ والسلام کے اس قول
کا کیا مطلب ہے کہ جسنے اپنے نفس کو پہچانا اوسنے اپنے رب کو پہچانا۔
جواب خوب یاد رکھو کہ چیزین مثال مناسب سے جانی جاتی ہین اور
جو مناسبت انسان مین اور اوسکے خالق مین ہمنے اوپر بتائی ہے اگر یہ
موافقت اور مناسبت نہ لیجائے تو کبھی آدمی اپنے نفس کی پہچان سے

معرفة الخالق فلولا ان الله تعالى جمع فی الادمی ما هو مثال جملة العالم حتی کانه نسخة مختصرة من العالم و کانه رب فی عالمه متصرف لما عرف العالم والتصرف والربوبية والعقل والقدرة والعلم وسائر الصفات الالهية فصارت النفس بمضاهاتها وموازناتها مرقاة الى معرفة خالق النفس وفی استکمال المعرفة بالمسالة التی قبل هذه ما یکشف الغطاء عن وجه هذه المسئلة

فقیل له ان کانت الارواح حادثة مع الاجساد فما معنی قوله علیه السلام خلق الله الارواح قبل الاجساد بالفی عام و

اپنے خالق کو نہین پہچان سکتا سمجھ لو کہ اگر خداوند تعالی انسان مین جملہ وہ چیزین جو عالم مین ہین جمع نکرتا اور اسکو ایک نسخہ مختصرہ عالم کا یعنی گویا عالم صغیر نہ بناتا اور اپنے اس عالم کا اسکو رب اور متصرف نہ قرار دیتا کبھی انسان نہ تو اس بڑے عالم اور اسمین تصرف کرنیوالے رب صاحب عقل اور قدرت و علم کو جانتا اور نہ کسی صفات الٓہیہ سے واقف ہوتا پس نفس اسی مناسبت اور موافقت سے خالق نفس کی معرفت کا ایک زینہ ہے اور ہم نے جو مسئلہ اوپر نہایت واضح طور سے بتا دیا ہے جبتک اسکی معرفت نہوگی اس مسئلہ کی بھی حقیقت جیسا چاہیے نہ کھلے گی۔

سوال[۱۹] اگر ارواح اجساد کے ساتھہ حادث ہوے ہین تو پھر اس حدیث کے کیا معنے ہین جس مین ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خدانے ارواح کو دو ہزار برس قبل اجساد کے پیدا کیا اور

قوله علیه السلام انا اول الانبیاء خلقا وآخرهم بعثا وقوله کنت نبیا وآدم بین الماء والطین

فقال لیس فی هذا ما یدل علی قدم الروح بل یدل علی حدوثه وکونه مخلوقا نعم ربما دل ظاهره علی تقدم وجوده علی الجسد وامر الظواهر هین فان تاویلها ممکن والبرهان القاطع لا یندرع بالظواهر بل یسلط علی تاویل الظواهر کما فی ظواهر التشبیه فی حق الله تعالی اما قوله علیه السلام خلق الله الارواح قبل الاجساد

دوسری حدیث مین فرمایا که مین پیدائش مین توسب انبیاؤن کے پہلے ہون مگر مبعوث ہونے مین سب کے پیچھے ہون اور تیسری حدیث مین فرمایا که مین نبی تھا اور آدم ہنوز پانی اور کیچڑ کے درمیان تھے ۔

جواب اس حدیث مین کوئی ایسی بات نہین ہے جس سے روح کا قدیم ہونا معلوم ہو بلکه اوس مین توصریح روح کے حادث ہونے کا بیان ہے اور صاف اسکا مخلوق ہونا مذکور ہے ہان بظاہر روح کے جسد پر وجود کا تقدم البته معلوم ہوتا ہے مگر ایسے ظاہر لفظون مین یه طریقه آسان ہے که اوس کی تاویل کرلی جائے اور تاویل اوسکی ممکن بھی ہے کیونکه دلیل یقینی ایسے ظاہر لفظون سے جسکی تاویل ہوسکتی ہو چھوڑی نہین جاسکتی بلکه اوس ظاہر کی تاویل پر یه برہان قاطع مقدم ہوگا جیسے اور ظاہر آیتین یا حدیثین خداوند تعالے کے حق مین بطور تشبیه وارد ہوئے ہین

اب یون سمجھو که حدیث شریف مین جوارواح کے قبل اجساد کے پیدا ہونیکا ذکر ہے

فلعله اراد بالارواح ارواح الملائكة وبالاجساد اجساد العالم
من العرش والكرسی والسموات والكواكب والهواء والارض والماء
وكما ان اجساد الآدميين بجملتهم صغيرة بالاضافة الى جرم الارض
وجرم الارض اصغر من جرم الشمس بكثير ثم لا نسبة لجرم الشمس
الى فلكها ولا لفلكها الى السموات التى فوقه ثم كل ذلك اتسع
له الكرسی اذ وسع كرسيه السموات والارض والكرسی صغير
بالاضافة الى العرش فاذا تفكرت فى جميع ذلك استحقرت
اجساد الآدميين ولم تفهمها من مطلق لفظ الاجساد فكذلك
ممکن ہے کہ اوس سے مراد ارواح ملائکہ ہوا ور اجساد سے مراد اجساد عالم
ہو جیسے عرش کرسی آسمان ستارے ہوا مٹی پانی وغیرہ - خوب یاد رکھو
کہ جس طرح آدمیون کے اجساد سارے کے سارے بہ نسبت جرم ارض
کے صغیر ہین اور جرم ارض بہ نسبت جرم شمس کے بہت ہی چھوٹا ہے اور
پھر شمس بالنسبۃ اپنے فلک کے ایسا چھوٹا ہے کہ اوسکی کوئی نسبت ہی
قائم نہین ہو سکتی اور علی ہذا یہ فلک بہ لحاظ اپنے فلک ما فوق کے پھر
لطف یہ کہ یہ سارے کے سارے بہ نسبت کرسی الٰہی کے ایسے چھوٹے ہین
کہ اوس مین تو سب سما جاتے ہین مگر یہ کرسی خود باعتبار عرش رب العالمین
کے بہت چھوٹی ہے" اور اب مین سمجھتا ہون کہ اگر تم ان تمام اجساد کی عظمت
اور حالت پر سوچوگے اور غور کروگے تو آدمیون کے اجساد تم کو بہت ہی
حقیر اور ناچیز معلوم ہونگے اور لفظ اجساد سے تم اُسکو سمجھوگے بھی نہین" اسی طرح

فاعلم وتحقق ان ارواح البشر بالاضافة الی ارواح الملائکة
کاجسادھم بالاضافة الی اجساد العالم ولو انفتح لک باب معرفة
الارواح لرأیت الارواح البشریة بالاضافة الی ارواح الملائکة
کسراج اقتبست من نار عظیم طبق العالم وتلک النار العظیمة
ھی ارواح الملائکة وللارواح الملائکة ترتیب وکل واحد منفرد
برتبة ولا یجتمع فی مرتبة واحدة اثنان بخلاف الارواح البشریة
المتکثرة مع اتحاد النوع والرتبة اما الملائکة فکل واحد نوع براسہ
وھو کل ذلک النوع والیہ الاشارة بقولہ تعالی وما منا الا لہ مقام معلوم
خوب یاد رکھو کہ ارواح بشر کی اروح ملائکہ کی نسبت سے وہی حال ہے کہ جیسا اجساد
بشر کا بہ نسبت اجساد عالم کے حال ہے کہ گویا لفظ ارواح سے سمجھہ مین بہی نہین
آسکتے اگر خدا تمہین نور معرفت ارواح عنایت کرے تو تمکو ارواح بشر بہ لحاظ
ارواح ملائکہ ایسے معلوم ہون گے کہ جیسے ایک بہت بڑی آگ جو سارے عالم
کو چھپائے ہوے ہو اوس سے ایک چراغ روشن کر لیا گیا ہو وہ بہت بڑی
آگ جو عالم کو چھپائے ہوے ہو ارواح ملائکہ ہین اور اوس مین ترتیب خاص
ہے اور ہر ایک اون مین اپنی اس ترتیب سے منفرد اور علیحدہ ہین اور مرتبہ
واحد مین کبہی دو جمع نہین ہوتے بخلاف ارواح بشریہ کے کہ باوجود کثرت
کے نوع اور رتبہ مین سب ایک ہین پس ہر ایک فرشتہ ایک نوع براسہ
ہے اور وہ اوس نوع کا ایک فرد ہے اسی کی جانب اشارہ ہے
جہان خدا نے فرمایا ہے کہ وما منا الا لہ مقام معلوم

وانا لنحن الصافون ولقوله علیه السلام الراکع منهم لایسجد والقائم
لایرکع وانه مامن واحد منهم الاله مقام معلوم فلا یفهم اذا من الروح
والاجساد المطلقة الا ارواح الملائکة واجساد العالم واما قوله علیه السلام
انا اول الانبیاء خلقا واخرهم بعثا فالخلق ههنا هو التقدیر دون الایجاد فانه قبل ان
ولدته امه لم یکن موجودا مخلوقا ولکن الغایات والکمالات سابقة فی التقدیر
لاحقة فی الوجود وهو معنی قولهم اول الفکر اخر العمل بیانه ان
المهندس المقدر للدار اول ما یمثل فی نفسه صورة الدار فیحصل فی
اور پھر دوسری جگہ فرمایا وانا لنحن الصافون اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ الراکع منهم لایسجد والقائم لا یرکع وانه مامن واحد منهم
الاله مقام معلوم پس بیشک ارواح اور اجساد جو مطلق حدیث مین ہے
اوس سے ارواح ملائکہ اور اجساد عالم مراد ہین اب رہی وہ حدیث جس مین
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ مین انبیائوں مین تو باعتبار
خلقت کے تو پہلا ہون مگر بہ اعتبار بعثت کے پچھلا ہون پس یہان خلق سے
مراد وہی اندازۂ الٰہی ہے جس کا ذکر مین نے پہلے کیا ہے ایجاد یعنی وجود
مین لانا ہرگز مراد نہین کیونکہ حضور پر نور علیہ الصلوۃ والسلام کی جب تک
اس دنیا مین ولادت نہین ہوئی تھی آپ ہرگز موجود نہ تھے لیکن یہ غایات
اور کمالات جو آپ سے ظہور پذیر ہوے تقدیر الٰہی مین تو سابق ہین اور
وجود مین سب کے پیچھے ہین یعنی جب آپ پیدا ہوے یہی معنے مراد ہے اس
قول کا کہ اول الفکر اخر العمل یعنی چیز فکر اور غور مین پہلے ہوتی ہے مگر

تقدیرہ دار کاملۃ و آخر ما یوجد من اثر اعمالہ ھی الدار الکاملۃ و
ھی اول الاشیاء فی حقہ تقدیرًا و آخرھا وجودًا لان ما قبلھا من
ضرب اللبن و بناء الحیطان و ترکیب الجزوع وسیلۃ الی غایۃ و
کمال وھی الدار و لاجلھا تقدمت الالات والاعمال فاذا عرفت
ھذا فاعلم ان مقصود فطرۃ الآدمین ادراکھم بسعادۃ
القرب من الحضرۃ الالھیۃ ولم یکن ذلک الا بتعریف الانبیاء و
کانت النبوۃ مقصودۃ بالایجاد والمقصود کمالھا وغایتھا اولا ولھا
عملا پیچھے ظھور پذیر ہوتے اسکی مثال یون خوب صاف ہو جائیگی کہ مثلاً انجنیر پہلے اپنے
خیال مین ایک نقشہ مکان کا سوچتا ہی اور گویا ایک مرتب مکان پوری طرح سے وہ اپنے
اندازہ مین ٹھیک کرلیتا ہی اور جو مکان مکمل بن بنکا کر تیار اور موجود ہوا ہی یہ اسکی اسی تقدیر
اور اندازہ کا اثر ہی اب از روے تقدیر کے تو یہ مکان اُس انجنیر کے حق مین پہلے ہی اور وجود
مین یقیناً پیچھے کیونکہ بنیاد کا قائم کرنا اینٹونکا جمانا دیوارونکا کھڑی کرنا شہتیرونکا لگانا مع جملہ
مراتب اوس مکان کے غایت اور کمال تک پہونچنے کے ذرائع اور
وسائل ہین اور اسی سبب سے یہ سارے آلات اور سارے اعمال
اوس کے وجود اور ظھور سے مقدم ہین اب جب تمنے یہ سمجھ لیا پس
خوب سمجھ لو کہ فطرت انسانی کا تقاضاے طبعی کیا ہے جناب باری کے قرب
کی سعادت کو دریافت کرنا اور یہ بات انبیاؤن کی تعلیم سے معلوم ہوتی ہے
اور اسی لیے حق جل شانہ کو نبوت کا ایجاد مقصود ہے اور اوسکو کمال
اور غایت تک پونہچانا مطلوب ہی اور کمال اور غایت تک پونہچانا

وانما تکمل بحسب سنۃ اللہ تعالیٰ بالتدریج کما تکمل عمارۃ الدار بالتدریج فتمھد اصل النبوۃ باٰدم علیہ السلام و لم یزل ینمو ویکمل حتی بلغ الکمال بمحمد علیہ السلام وکان المقصود کمال النبوۃ وغایتہا وتمہیدا وائلہا وسیلۃ الیہا کتاسیس البنیان وتمہید اصول الحیطان فانہ وسیلۃ الی کمال صورۃ الدار ولھذا السر کان خاتم النبیین فان الزیادۃ علی الکمال نقصان وکمال شکل الالۃ الباطشۃ کف

اوسی فطرت اللہ اور قانون قدرت کے مطابق بتدریج ہونا چاہیے جیساکہ ہم اوپر بیان کرچکے ہین کہ استکمال مکانکی عمارت کا بتدریج ایک خاص وقت مین وقوع پاتا ہے خدانے بہی آدم علیہ السلام سے نبوت کی بنیاد قائم کی اور برابر اوسکو درجۂ کمال تک لاتا رہا یہانتک کہ وہ وقت مقرر آگیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اوسکو درجۂ کمال تک پونہچایا اوس عمارت کی غایت اور اوس کا کمال یہی مقصود تھا اور ابتدا سے اوسکو بتدریج بڑھانا اس کمال تک پونہچانے کا وسیلہ تھا جیسا نیوکو مضبوط کرنا دیوارونکو قائم کرنا عمارت کی غایت اور کمال تک پونہچانیکا وسیلہ اور ذریعہ ہے یاد رکھو کہ یہی سر ہی کہ ہمارے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہین کیونکہ کمال پر زیادتی یہ نقصان کا حکم رکھتا ہے جیسے یون سمجھو کہ ہمارے کام کاج کا آلہ جو ہاتھ ہے اوسکا استکمال کیا ہے کہ اوس مین ایک ہتیلی

علیہ خمس اصابع فکما ان ذا الاصابع الاربعۃ ناقص فذو الاصابع
الستۃ ناقص لان السادسۃ زیادۃ علی الکفایۃ فھو نقصان
فی الحقیقۃ وان کانت زیادۃ فی الصورۃ والیہ الاشارۃ لقولہ
علیہ السلام مثل النبوۃ کمثل دار معمورۃ لم یبق فیھا الا
موضع لبنۃ فکنت انا موضع تلک اللبنۃ او لفظ ھذا معناہ
فاذا عرفت ان کونہ خاتم النبیین ضرورۃ لا یتصور خلافہ
اذ بلغ بہ الغایۃ والکمال والغایۃ اول فی التقدیر آخر فی
الوجود واما قولہ علیہ السلام کنت نبیا وآدم بین الماء والطین
اور پانچ انگلیان ہون پس جسطرح چار انگلیون والا ناقص ہے ویساہی
چھہ انگلیون والا بھی ناقص ہی ہے کیونکہ قدر ضرورت اور استکمال تو
پانچ ہی مین ہے پس چھٹی اگرچہ صورۃً زائد ہے مگر حقیقۃً نقصان ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس حدیث مین کہ نبوت کی مثل مثل اُس
مکان کے ہے جو بالکل تیار ہو گیا ہوا ورصرف ایک اینٹ کی جگہ باقی رہگئی ہو
اور اس اینٹ کی جگہ مین ہون یا اسی حدیث کے ہم معنے حدیث مین اسی
تحقیق کی طرف اشارہ کیا ہے جو ہم نے کہا پس جب تمنے معلوم کر لیا
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالیقین خاتم النبیین ہین تو اسکا خلاف
نہین ہو سکتا کہ قصر نبوت اپنی سے غایت اور کمال کو پونہچا اور یہ
ساری باتین تقدیر الٰہی مین تو پہلے تھین اور وجود اور ظہور مین پیچھے
اب رہی یہ حدیث کہ مین نبی تھا اور آدم ہنوز پانی اور کیچڑ مین تھے

فهو ایضا اشارة الی ماذکرناه وانه کان نبیا فی التقدیر
قبل تمام خلقة آدم علیه السلام لانه لم ینشأ خلق آدم
الا ینتزع انصاف من ذریته ولا یزال یستصفی تدریجا الی
ان بلغ کمال الصفاء فقبل الروح القدسی النبوی
المحمدی ولا نفهو هذه الحقیقة الا بان تعلموان للدار
مثلا وجودین وجود فی ذهن المهندس ودماغه حتی
کانه ینظر الی صورة الدار ووجودها خارج الذهن فی
الاعیان والوجود الذهنی سبب للوجود الخارجی العینی فهو سابق لامحالة
وہ بہی اسی تحقیق کی بنا پر ہے جس کا مین نے تذکرہ کیا کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم تقدیر الٰہی مین نبی تھے اور ہنوز آدم علیہ السلام
کی خلقت اتمام کو نہ پوہنچی تھی کیونکہ آدم علیہ السلام کی حقیقی خلقت کا
ہم تمام ہونا نہین مانتے جب تک ان کی ذریت سے ایک کامل اور مکمل
ذریت کا انتزاع نہ ہولے اور اس نوبت تک پہونچنے کے لیے برابر
تدریجی سلسلہ درجۂ کمال تک پہونچنے کا ہم مانتے ہین یہانتک کہ وہ
خلقت کمال کو پوہنچی اور اوسنے روح مقدس محمدی کو قبول کیا
یہ حقیقت اسطرح صاف سمجھ مین آئیگی جب تم یہ سمجھ لو کہ مکان کے لیے دراصل
دو وجود ہین ایک تو انجنیر کے ذہن و دماغ مین اسطرح پر کہ گویا وہ صورت
مکان دیکھ رہا ہے اور دوسرے ذہن سے باہر خارج مین اور وہی وجود
ذہنی سبب ہی اس وجود خارجی کا اور وہ اس سے لامحالہ سابق بہی ہی

فكذلك فاعلم ان الله تعالى يقدر اولاً ثم يوجد على وفق
التقدير ثانيا وانما التقدير يرسم في اللوح المحفوظ كما
يرسم تقدير المهندس اولا في اللوح او في القرطاس فتصير
الدار موجودة بكمال صورتها نوعا من الوجود فيكون
هو سببا للوجود الحقيقي وكما ان هذه الصورة يرسم في
لوح المهندس بواسطة القلم والقلم يجري على وفق
العلم بل العلم يجريه فكذلك تقدير صور الامور الالهية
ترسم اولا في اللوح المحفوظ وانما ينقش اللوح المحفوظ
من القلم والقلم تجري على وفق العلم واللوح عبارة
اسي طرح ٹهيک بلاشبهه سمجهه رکهو که الله جل شانه پهلے کسي شے کي تقدير
کرتا ہے پهر اوسي اندازے پر اوسکے بعد اوسکو موجود کرتا ہے اور
جيسے انجينير کسي لوح يا کاغذ پر نقشه کهينچ ليتا ہے خدا بهي اپنے لوح
محفوظ مين اس تقدير اور اندازہ کو مرتسم کرليتا ہے اور جيسے انجينير
کے تختہ يا کاغذ پر مکان کا ايک وجود ہوتا ہے اور وہ سبب ہوتا ہے
وجود حقيقي خارجي کا مکان کے اور وہ وجود يا نقشه بواسطۂ قلم کے
کهينچا جاتا ہے اور قلم موافق علم انجينير کے چلتا ہے بلکه في الحقيقت
علم ہي اوس قلم کا چلانے والا ہے اوسي طرح جس امر کو خدا
کرنا چاہتا ہے لوح محفوظ مين اوسکي تقدير اور اسکا اندازہ بواسطۂ قلم
قدرت کے جو اسکے علم کے موافق چلا ہي مرتسم کرتا ہي خوب سمجهه لو که لوح عبارت

عن موجود قابل لنقش الصور فیہ والقلم عبارۃ عن موجود
منہ تفیض الصور علی اللوح المنقش فان حد القلم ھو
الناقش لصور المعلومات فی اللوح واللوح ھو المنقش
بتلک الصور ولیس من شرطھما ان یکونا قصبیًا او
خشبیًا بل من شرطھما ان لا یکونا جسمین فالجسمیۃ
لاتدخل فی حد القلمیۃ وحقیقتھا بل روح القلمیۃ و
اللوحیۃ ھو ما ذکرنا والزائد علیہ صورتہ لا معناہ فلا یبعد
ان یکون قلم اللہ تعالیٰ ولوحہ لائقا باصبعہ ویدہ وکل
اوس موجود سے ہے جسمین صورتوں کے نقش ہونے کی صلاحیت ہو اور
قلم عبارت اوس موجود سے ہی جس سے اس لوح پر صورتون کے نقش کا
فیضان ہو سکے کیونکہ تعریف قلم کی یہی ہے کہ معلومات کا لوح پر نقش کنندہ
ہو اور لوح کی یہ ہے کہ جو اون صورتون سے منقش ہو سکے دونون
مین سے کسی کی تعریف مین نرکل یا لکڑی کا ہونا شرط نہین ہے
بلکہ اون دونون کی شرط مین سے تو یہ ہے کہ جسم نہون پس جسمیت
قلمیت اور لوحیت کی حد اور حقیقت مین داخل نہین ہے بلکہ روح
قلمیت اور لوحیت وہی ہے جو مین نے بیان کیا اور اوسپر زائد
جو چیز ہے وہ اوس کی صورت ہے معنے نہین ہے پس اسمین
کیا شک ہے کہ لوح اور قلم الٰہی ضرور وہی ہونا چاہیئے جو
اوس کے ہاتھ اور انگلیون کے لائق اور مناسب ہو اور جو

ذلك على ما يليق بذاته والٰهيته فتقدس عن حقيقته
الجسمية بل جملتها جواهر روحانية عالية بعضها معلم
كالقلم وبعضها متعلم كاللوح فان الله تعالى علم بالعلم
فاذا فهمت نوعى الوجود فقد كان نبيا قبل آدم عليه
السلام بمعنى الوجود الاول التقديرى دون الوجود
الحسى العينى والحمد لله رب العالمين والصلوة
والسلام على سيد المرسلين وآله وصحبه اجمعين آمين
چیز کہ اوس کی ذات اور آلہیت کے لائق اور مناسب ہوگی اوسکو
ضرور ہے کہ جسمیت سے منزہ اور پاک ہو بلکہ حق یہ ہے کہ یہ دونون
جواہر روحانیۂ عالیہ ہین بعض تو معلم ہین جیسے قلم اور بعض متعلم
جیسے لوح کیونکہ خدا نے خود فرمایا ہے کہ ہمنے قلم سے سکھایا ہے
اب جب یہ دو قسم کے وجود تمہاری سمجھ مین آگئے تو اب بخوبی بات
سمجھ مین آجائے گی کہ ہمارے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم
جو قبل آدم علیہ السلام کے تھے وہ بمعنے اوسی وجود اول تقدیری
کے تھے اوس سے وجود ثانی خارجی حسی مراد ہرگز نہین ہے

الحمدُ للہ ربِّ العالمینَ والصلوٰۃ و
السلام علےٰ سیّد المرسلینَ و
آلہٖ وصحبہٖ اجمعینَ

تمت

فہرست کتب مطبع احمدی علی گڑھ

المدنیۃ والاسلام یہہ کتاب ایک زبردست مصری فاضل محمد فرید وجدی کی جدید تصنیف ہی اُسکا اُردو ترجمہ جو مولوی رشید احمد صاحب انصاری مترجم تحریر المرأۃ و رسالۃ التوحید وغیرہ نے نواب محسن الملک بہادر کے ارشاد کیموافق کیا ہی مطبع احمدی مین نہایت صحت و صفائی کیساتھ چہپکر طیار ہوگیا ہی مغربی تعلیم اور مغربی علوم و فنون کی بدولت جو شکوک و شبہات مذہب کیطرف سے پیدا ہورہے ہین و الحاد اور دہریت کا سیلاب جو مغرب کی طرف سے بڑہتا چلا آرہا ہی اُسکی استیصال کیلئے درحقیقت اس پایہ کی آجتک کوئی کتاب نہین لکہی گئی اس کے تمام مباحث نہایت عالمانہ اور محققانہ اور فلسفیانہ انداز مین لکہی گئی ہین اور جدید شائستگی کی اہم اصول کو اسلامی اصول کیساتھ تطبیق دیگئی تعلیم یافتہ گروہ کے لئے یہہ کتاب آب حیات سے کم نہین ہی۔ جو حضرات علمی اور فلسفی مباحث سے دلچسپی رکھتے ہین یا جو مغربی خیالات سے فی الجملہ مذاق آشنا ہین اُن کے لئے بہی یہہ کتاب نہایت مفید اور نہایت دلچسپ ہوگی۔ قیمت عہ

اخلاق محمدی۔ اس کتاب مین طرز معاشرت آداب مجالس، اخلاق، کسب معاش، ممانعت سوال، ہمت و استقلال، ہمدردی۔ رفاہ عام، حقوق باہمی تعظیم اکابر شفقت اصاغر وغیرہ تمام صفات حسنہ کے متعلق آیات و احادیث جمع کرکے باترجمہ طبع کین۔ قیمت ہر دو حصہ عہ

نساء المسلمین۔ یہہ کتاب فاطمہ خانم ایک ترکی خاتون کی تصنیف ہے اسمین پردہ کثرت ازدواج، طلاق نکاح حقوق زنان پر مکالمہ کے طور پر دلچسپ طریقہ سے محققانہ بحث کی ہی قیمت ۱۲؍

رسالۃ التوحید۔ یہہ رسالہ علم کلام مین شیخ محمد عبدہ مفتی مصر کی تصنیف ہی اس کی تعریف مین یہی بات کافی ہی کہ اسکو کمیٹی دینیات مدرسۃ العلوم علیگڈہ نے طلباء اسکول کے مذہبی نصاب تعلیم مین داخل کرلیا ہے یہہ کتاب نہایت عجیب اور قابل دید ہے قیمت ۶؍

حیات سرسید۔ سرسید احمد خان مرحوم بانی مدرستہ العلوم علیگڈہ کی سوانح عمری قیمت ۲؍

الصلوٰۃ - جس میں طریقۂ نماز مع مترجم دعاؤں کے درج ہے ا ر حیات سرسید سرسید مرحوم بانی مدرستہ العلوم علیگڈھ کی سوانح عمری ۲۰ ر تعصب و اسلام - لکچر مولٰنا شبلی جس میں اسلام کی بے تعصبی ثابت کی گئی ہے ۳ ر - سائنس اور اسلام - یہ رسالۂ حمیدیہ کا اردو ترجمہ ہے جسکو مولوی اشرف علیصاحب تہانوی نے مرتب کیا - اس میں اسلام کے ہر مسئلہ کو عقلی دلائل سے نہایت خوبی کے ساتھ ثابت کیا ہے اور جدید فلسفہ سے منطبق کیا ہے عہ ر - دیوان حالی جس میں شاعری کی حقیقت پر ایک لبسیط مقدمہ شامل ہے عہ ر مجموعۂ نظم حالی - اسمیں مولانا الطاف حسین حالی کی چودہ نظمیں شامل ہیں ۸ ر مسدس حالی مع ضمیمہ و فرہنگ - ۸ ر ارکان اسلام ا ر - آغاز اسلام سوانح عمری حضرت رسول اکرم ۴ ر - تاریخ مسلمانانِ کابل مصنفہ مولوی ذکاء اللہ صاحب جسکے ۵۲۱۱ صفحے ہیں مسلمانان ہندوستان کے اس سے زیادہ مفصل اور جامع تاریخ آجتک نہیں لکھی گئی - قیمت ع ۵ اکسیر دولت تومونکی دولت کے گھٹنے بڑہنے کے اصول ۸ ر - ارمغان اسرائیل - ابتدائے زمانہ بنی اسرائیل سے تاحضرت عبداللہ بن سلام صحابہ رسول خدا صلعم ہر ایک پیغمبر کا حال مع وجہ تسمیہ اسرائیل کے، ہر ذکر کے شروع میں آیت قرآن مجید لکھدی ہے کہ جس سے معلوم ہو جائے کہ یہ ذکر فلاں آیت و رکوع و سورۃ میں ہی اور کون پیغمبر کس بادشاہ کے زمانہ میں گذرا ہے ہر مسلمان کو اسکے دیکھنے کی اشد ضرورت ہے - ۷ ر بدر الشرح - شرح دیوان حافظؒ - از زبدۂ اہل کمال صاحب حال وقال علامۂ عصر مولانا حافظ بدرالدین صاحب نور اللہ مرقدہ مخدوم زادۂ اکبرآبادی بینظیر و دلچسپ تصوف آمیز مضامین کی شرح جو دو سو برس سے مثل علمی خزانوں کے سربمہر تھے اور جسکے دیکھنے سے اللہ والوں کو جذب کی حالت طاری ہوتی ہے تمام نکات و اصطلاحات صوفیہ کرام کو قرآن مجید و احادیث شریف و اقوال مشائخ پوری طور پر مشرح کردیا ہے ۱۲ ر - رسالۃ التوحید - ۶ ر - کیمیائے دولت - ۸ ر

الرّیاض علی گڈھ

اس نام کا پندرہ روزہ اخبار عربی اردو میں مطبع احمدی سے نہایت خوشخط لکھائی وچھپائی کیساتھ باڈیٹری منشی سعید احمد صاحب طبع ہوتا ہے اس اخبار میں علی الخصوص صحیح اخبار ممالک اسلامیہ شام، مصر، روم، ایران، مراکو، جاوہ، افغانستان، ترکستان عربی واردو میں درج کیجاتی ہیں جو لوگ عربی زبان میں مہارت پیدا کرنا چاہتے ہیں اور جنکو ممالک غیر کے مسلمانوں کے حالات بالتفصیل ملاحظہ کرنا ہوں اُن سے اخبار مذکور کے ملاحظہ کی خاص طور پر سفارش کیجاتی ہے طلباے مدارس سرکاری وعربی اسکے مطالعہ سے کافی مدد حاصل کر سکتے ہیں۔

اس اخبار میں خاص اہتمام کیا گیا ہے کہ عربی زبان کے وہ الفاظ واصطلاحات جو حال کی عربی زبان میں استعمال کیجاتی ہیں اُنکی فہرست اخبار میں شائع کیجاے یہ اخبار بالفعل پندرہ روزہ ہے مگر وعدہ کیا جاتا ہے کہ پانچسو جدید خریداروں کی درخواست آنے پر وہ ہفتہ وار کر دیا جائیگا اور قیمت میں کوئی اضافہ نہیں کیا جاویگا قیمت عوام وخاص سے (سے) سالانہ مع محصول ڈاک مقرر ہے مگر شرط یہ ہے کہ درخواستیں محرم سنہ ۱۳۲۴ ہجری سے پیشتر آجاویں ورنہ قیمت (للعہ) سالانہ دینی ہوگی اس اخبار کی خریداری گویا عربی زبان کے زندہ کرنے میں کوشش کرنا ہے۔

